ستمبر ۱۹۷۶

ماہنامہ

حیاتِ نو

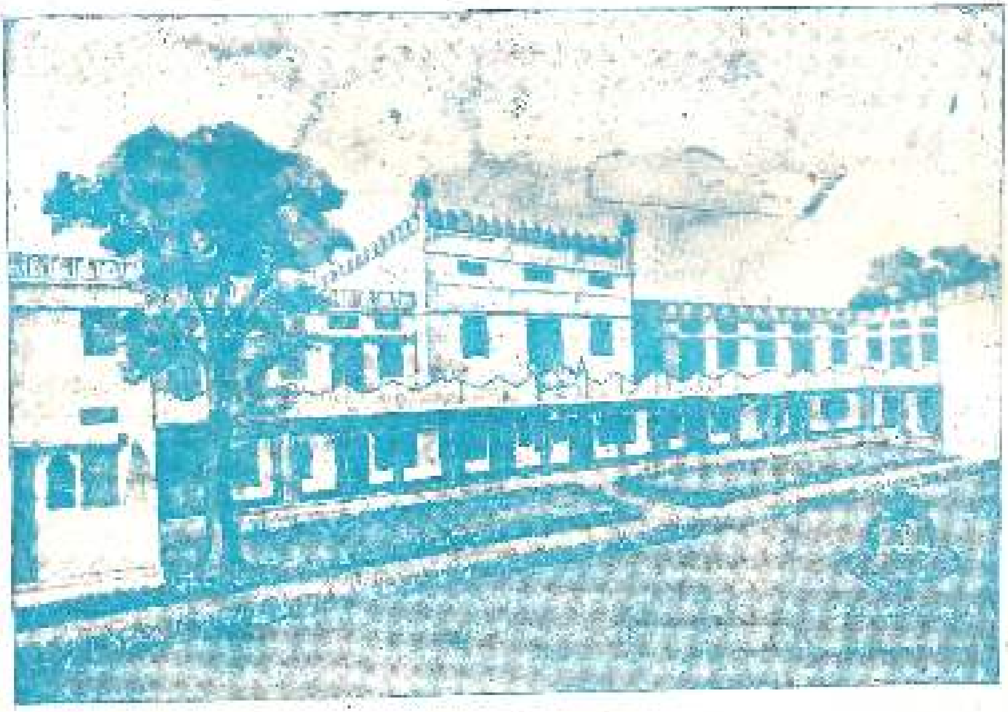

انجمن طلبۂ قدیم

جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یو پی ہند

Jameatul-Falah-Bilariyaganj Azamgarh

ماہنامہ

حیاتِ نو

جلد ۲ —— شمارہ ۹

شوال ۱۳۹۹ھ ، ستمبر ۱۹۷۹ء

مجلس ادارت

اظہار احمد فلاحی — مدیر مسئول (بلریا گنج)

نسیم احمد غازی فلاحی — (دہلی)

رضوان احمد فلاحی — (مدینہ منورہ)

جاوید اشرف فلاحی — (جامعۃ الفلاح)

عبید اللہ فہد فلاحی — 〃

قیمت فی شمارہ ڈیڑھ روپیے ۱/۵۰

سالانہ زر تعاون پندرہ روپے ۱۵/۰

ششماہی آٹھ روپیے ۸/۰

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم سالانہ زر تعاون مبلغ پندرہ روپیے ۱۵/۰ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نقوشِ حیاتِ نو

۱۔ دھڑکنیں

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے	اداریہ	۲

۲۔ محسن انسانیت نے فرمایا

چوں می گویم مسلمانم بلرزم	رفیع الدین فلاحی	۴

۳۔ تازہ ترین انٹرویو

اب انجمن طلبہ میں کچھ نہ رہا باقی	سیدہ مشفقہ وقار	۶

۴۔ مطالعہ کی میز پر

اکابرینِ ملت کے نام	ممتاز علی	۲۴
اسلام اور نظریۂ فرائڈ کا تقابلی مطالعہ	عبید اللہ فہد فلاحی	۱۷
یہ تصویر ہے یا ذہن تیری	عمران فراہی	۸

۵۔ میرا پیام اور ساتھی

قندیل تک جلاتے ہے	مولانا عنایت اللہ سبحانی	۱۰
مولانا مودودی کا ایک غیر مطبوعہ خط	عبد السلام فلاحی	۹
بکھرے ہوئے موتی	اظہار احمد فلاحی	۲۳

۶۔ دل کی پکار

ایرجا عفت اصلاحی بشند ، بید

صباح الدین ملک ، محمد مرتضیٰ عمری

ظفر احمد فخری ، ایک گمنام رفیق۔

۷۔ انقلاب کی باتیں

ہم اپنے ایک لاکھ شہیدوں کو کیسے بھلا سکتے ہیں	بشکریہ زندگی لاہور	۲۷

۸۔ ممبران انجمن کے لئے

ارکان شوریٰ کے پتے	ادارہ	۳۱
فلاحی حضرات متوجہ ہوں		ٹائیٹل کا آخری صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

"اگر جامعۃ الفلاح کے ذمہ داروں میں وہ خلوص و لگن اور للہیت باقی رہی جو اس وقت موجود ہے تو انشاء اللہ جامعہ ایک دن ملک کی عظیم ترین درسگاہ بن جائے گا جہاں سے علم و عمل اور استدلالی قوت سے لیس ہو کر مجاہدین نکلیں گے اور اسلام کے موتیوں کو سمیٹنے کی کوشش کریں گے

عزم و استحکام اور اعتماد علی اللہ یہ دو ایسی چیزیں مل کر کسی کام کی انجام دہی کا ذریعہ بنتی ہیں، آپ حضرات باہمی اختلافات کو بھلاتے ہوئے اپنا کام جاری رکھیں۔ ؎

اگر اڑنے کی دھن ہوگی تو ہو جائیں گے بال و پر پیدا"

تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی (مرحوم) نے جامعۃ الفلاح میں طلبہ و اساتذہ کے سامنے یہ قیمتی باتیں ارشاد فرمائی تھیں، کسے معلوم تھا کہ خلوص و للہیت کی وصیت کرنے والا یہ مرد آہن چند ہفتوں میں اپنے محبوب سے جا ملے گا اور یہ جامعۃ الفلاح کے متعلقین کے لئے یہ آخری وصیت ہوگی

ہمیں سہ روزہ دعوت دہلی کے ذریعہ یہ المناک اطلاع ملی کہ مولانا محترم ۲۴ اگست کو اپنے وطن کھولی ضلع رائے بریلی میں سہ پہر کے وقت اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کی عمر تقریباً ستر سال تھی، آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیمات اور دار المصنفین اعظم گڑھ کے ناظم تھے۔ ماہنامہ معارف کی ترتیب و تدوین کا کام بھی آپ اور محترم صباح الدین صاحب کے مشوروں کی روشنی میں انجام پاتا تھا۔ جامعۃ الفلاح کے بڑے ہی خیر خواہ اور ہمدرد تھے وقتاً فوقتاً جامعۃ الفلاح میں تشریف لایا کرتے تھے اور یہاں کے طلبہ و اساتذہ کو قیمتی مشورے اور ہدایات دیا کرتے تھے بڑے ہی مخلص خوش گفتار اور "نرم دم گفتگو گرم دم جستجو" کے مکمل مصداق تھے، جولائی کے آخر میں کچھ حوالہ جات کی تلاش میں میرا اور برادرم جمیل احمد صاحب کا دار المصنفین جانا ہوا کام ختم کرنے کے بعد مولانا سے ہم لوگوں نے شرف نیاز حاصل کیا، بڑے تپاک سے ملے، خیریت دریافت کی۔ "حیات نو" الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے اور مضامین کی تحسین و ترتیب کی تعریف کرتے رہے، اس کی ترقی و کامرانی نیز مقبولیت کی دعا بھی کی، ماہنامہ معارف میں تبصرہ کے لئے مولانا ضیاء الدین صاحب کو حیات نو دینے کا مشورہ بھی دیا، آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کا مسکراتا چہرہ اب بھی میری نگاہوں میں گھوم رہا ہے۔ مولانا محمد حسنی ندوی اور مولانا اسحاق جلیس ندوی کے انتقال پر ملال پر ہم ابھی اپنے آنسو خشک نہ کر سکے تھے کہ ادھر ایک اور کوہ عزم ٹوٹ گیا۔ خدا ان تمام مرحومین کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ہم سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

گلستاں میں ہم اپنے دل کو بہلانے نہیں آئے

۵ر شوال سے جامعۃ الفلاح کے سالِ نو کا آغاز ہو چکا ہے، نئے طلبہ کا داخلہ زور و شور سے جاری ہے، پرانے طلبہ کی آمد کی رفتار بھی کافی حوصلہ افزا ہے، اس موقع پر ہم اپنے ان طلبہ ساتھیوں سے چند باتیں کہنا چاہتے ہیں :-

★ عزیز ساتھیو! ہندوستان کے تمام مدارس و معاہد میں جامعۃ الفلاح ایک ممتاز مقام رکھتا ہے، یہاں دین کی مکمل تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کا بھی خاطر خواہ نظم ہے، سیاسیات، معاشیات، اور انگریزی کے ساتھ ہی بی اے کا انگریزی کورس اور انٹرمیڈیٹ کا ہندی کورس بھی پڑھایا جاتا ہے، آپ قرآن و سنت پر عبور حاصل کرنے کے ساتھ ہی ان مضامین اور زبانوں میں بھی دسترس حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہاں سے اچھے طالب علم بن سکیں۔

★ پھر جامعۃ الفلاح تعلیم سے زیادہ تربیت پر زور دیتا ہے، اخلاق و کردار کی نشو و نما، صالح اقدار اور اسلامی عقائد کو ذہنوں میں بٹھانے اور عملی دنیا کو ان سے منور کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے، آپ کوشش کریں کہ آپ کی زندگی ان تعلیمات کی مکمل تصویر بن جائے۔

★ مزید برآں جامعہ تحریکی ادارہ ہے، آپ بھی اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کریں جو فراغت کے بعد آپ کے کام آ سکیں، ہندوستان میں ہر سال ہزاروں طلبہ علم دین حاصل کرکے نکلتے ہیں لیکن عملی زندگی میں آنے کے بعد وہ اپنا مقام بھول جاتے ہیں اور اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ ان کے اوپر احساس کمتری کا غلبہ اور اقامت دین کی عملی کوششوں سے بے تعلقی ہے، آپ تعلیم کے حصول کے ساتھ ہی تحریکی کاموں میں بھی دلچسپی لیں تاکہ فراغت کے بعد ہی دنیا کو اپنے علم کا احساس کرا کر اقامت دین کا کام کما حقہ کر سکیں۔

ساتھ ہی ہم اپنے معزز اساتذہ اور انتظامیہ کی خدمت میں بھی چند معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں :-

★ جامعۃ الفلاح اب ملک کا ممتاز ترین ادارہ شمار کیا جانے لگا ہے، جس کا منہ بولتا ثبوت وہ داخلے کے خواہش مند طلبہ ہیں جو ملک کے کونے کونے سے آرہے ہیں، اب ملک کا ہر باشعور اسلام پسند مسلمان اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی فکر کرنے لگا ہے جس کا بہترین نظم جامعہ میں موجود ہے، جامعۃ الفلاح میں روز افزوں بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیش نظر اب ہمیں نظام تعلیم و تربیت کو بھی مزید بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، ہمیں اس بات کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے طلبہ تعلیم میں ملک کی دوسری درسگاہوں سے نمایاں و ممتاز رہیں، نہ صرف دینی مدارس بلکہ عصری مدارس بھی یہاں کے طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں اور تعلیمی قابلیتوں پر رشک کریں، قرآن و سنت کی تعلیم بہتر اور ٹھوس طریقے سے طلبہ کو دی جاتی ہے، اس پر اولین توجہ ہمیں صرف کرنا چاہئے لیکن دنیوی علوم کا بھی ہم اتنا اچھا نظم کر لیں کہ دنیوی علوم کی تحصیل کے سلسلے میں بھی ہم ہی مرکز و مرجع بنیں تاکہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ بغیر کسی احساس کمتری کے عملی میدان میں اپنا سکہ جما سکیں۔

★ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جامعہ تربیت و اصلاح کے میدان میں آگے ہے، یہاں طلبہ کی تربیت نسبتاً اچھے ڈھنگ سے کی جاتی ہے، لیکن اب جبکہ ہم بہت آگے بڑھ چکے ہیں، ہمیں اصلاح و تربیت کی فرسودہ روایات کو ترک کرکے جدید وسائل و ذرائع کو اپناتے ہوئے اس طرف توجہ دینی چاہئے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اساتذہ و طلبہ باہم مل کر یہ خدمت انجام دیں، طلبہ اپنے اساتذہ کا احترام و توقیر کریں، ان کی ہر بات کو صدق دل سے تسلیم کریں اور خود اساتذہ بھی آپس کے اختلافات کو فراموش کرکے باہمی اتحاد و تعاون کی روح کے ساتھ اس کام میں لگ جائیں۔

رفیع الدین فلاحی

چوں می گویم مسلمانم بلرزم

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کلائی پکڑ کر مجھے چار باتوں کی نصیحت کی :-

(۱) اے ابوذر! اپنی کشتی تیار کر لو، سمندر بہت گہرا ہے اس کے تھپیڑے کافی زوردار ہیں۔

(۲) زادِ راہ زیادہ سے زیادہ اکٹھا کر لو، سفر بڑا لمبا ہے منزل بہت دور ہے۔

(۳) اپنے بوجھ کو ہلکے سے ہلکا کر لو، حساب لینے والا بہت سخت ہے، جانچ کرنے والا بہت کڑا ہے۔ کمر دوہری ہو جائے گی۔

(۴) اپنے اعمال میں اخلاص وللہیت پیدا کرو۔

اپنے الفاظ میں

یہ روایت بتاتی ہے کہ آدمی کو دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں بہت سنبھل کر رہنا چاہیے، اس کے تھپیڑے آدمی کو خس و خاشاک کی طرح بہائے جاتے ہیں، دنیا پرستی اور [illegible] زندگی، لہو و لعب میں انہماک اور دنیا کو حسین بنانے کی فکر آدمی کو آخرت سے دور کر دیتی اور خدا سے اس کا تعلق منقطع کر دیتی ہے۔ اس لئے روایت میں ایمان و اسلام اور تقویٰ و رضائے حق کی مضبوط کشتی بنانے کا حکم دیا گیا ہے جس کے ذریعہ وہ برائیوں اور رنگینیوں کے بحر بیکراں کو حفاظت کے ساتھ پار کر سکے۔

پہلی نصیحت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ برائیوں اور رنگینیوں سے دور رہ کر تقویٰ کا مظاہرہ غلط کو پسندیدہ نہیں، بلکہ کمال ایمان اور کمال مردانگی یہ ہے کہ آدمی برائیوں کے اس بحر بیکراں میں گھسے اور دامن اس کا تر نہ ہونے پائے، فحاشی و عریانی کے ہیجان انگیز مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے ہوں لیکن اس کی نگاہیں آخرت پر لگی ہوں اور دنیا کے ان سطحی مناظر کو حقارت سے نظر انداز کر دے۔ کاروبارِ دنیا میں لگا ہو لیکن حقیقی اصل منزل ہو۔

دوسری نصیحت میں زیادہ سے زیادہ زادِ راہ اکٹھا کرنے کی تلقین کی گئی ہے، زندگی کی اس طویل مسافت میں برائیوں سے دامن بچاتے ہوئے جادۂ حق پر گامزن رہنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات "لا الٰہ" را

جس کسی نے کہا ہے بالکل حقیقت کی ترجمانی کی ہے، صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کے لئے اعمالِ صالحہ (زادِ راہ) کی سخت ضرورت پڑے گی، یہی وہ ہتھیار ہے جو ایک مومن کو شیطانی وساوس اور بدی کی چالوں سے محفوظ رکھتا ہے، داعی دین کو

اعمالِ صالحہ کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کرنا چاہیے کہ اس کے بغیر منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔

تیسری نصیحت تمام ہی صاحبِ ثروت حضرات کو دعوتِ فکر دیتی ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مشہور صاحبِ ثروت صحابی ہیں، انھوں نے غزوۂ تبوک میں شریک ہر صحابی کو دس دس ہزار روپیہ انعام دیا تھا۔

ایک بار آپ مدینہ طیبہ ایک ہزار اونٹ لے کر تجارت کی غرض سے تشریف لائے، حضرت عائشہؓ درس دے رہی تھیں، اونٹوں کے بلبلانے کی آواز سن کر دریافت فرمایا، معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اونٹ ہیں، انھیں بلوایا اور کہا — "عبدالرحمٰن! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ جو دس اصحاب جنت میں داخل ہوں گے ان میں سب سے پیچھے عبدالرحمٰن بن عوف ہوں گے، بلکہ وہ لنگڑاتے ہوئے جائیں گے"۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا —

"عبدالرحمٰن دولت مند ہیں، ان کا حساب دیر تک ہوتا رہے گا، دوسروں کا سامان ہلکا پھلکا ہوگا، وہ آسانی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"

معلوم ہوا کہ دولت و ثروت کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ صرف کرنا چاہیے اور اس طرح اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہیے، ورنہ روزِ قیامت بڑی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

چوتھی نصیحت میں اخلاص و للٰہیت پیدا کرنے پر زور دیا گیا ہے، آدمی کی بڑی سے بڑی قربانی حتیٰ کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم کام بھی اکارت ہو جاتے ہیں، اگر نیت میں خلوص اور عمل میں للٰہیت نہ ہو، محض خدا کی رضا کے لئے آدمی کو جدوجہد سرگرمیاں سرانجام دینی چاہئیں، ورنہ اس کے اعمالِ صالحہ کا سارا دفتر کالعدم ہو جائے گا اور روزِ قیامت ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

محسنِ انسانیتؐ کے یہ ارشادات کیا ہمیں دعوتِ فکر نہیں دیتے؟

ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی زندگیوں کا احتساب کیا ہو؟

اپنے جملہ اعمال و افعال میں اخلاص و للٰہیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہو؟

کیا ہم اپنی اسلام و ایمان کی کشتی کو مضبوط اور پائیدار بنا رہے ہیں؟

آخرت کیلئے توشہ جمع کرنے کی ہمیں فکر ہے؟ —

حسن نمبر والے آگئے :-

اپنے شہنشاہ کی بارگاہ میں پیش کرسکتا ہے کہ وہ اسے شوق کے ہاتھوں سے لیتا، قدر کی نگاہوں سے دیکھتا اور عزت کے ایوانوں میں جگہ دیتا ہے، میرے عزیزو اور بزرگو! کیا آج یہ پسندیدہ تحفہ ہم اپنے آقا کی بارگاہ میں پیش کرسکتے ہیں؟ آہ! یہ ایک ایسا سوال ہے جو آنکھوں کو آنسوؤں اور قلب کو سوز و گداز سے بھر دیتا ہے۔

اے ہمارے آقا! ہم تیرے خطاکار اور ناچیز بندے ہیں، آج ہم تیری بارگاہ میں مانگتے ہیں کہ تو نے ہم کو جو اتنی عظیم نعمت عطا کی تھی، اس نعمت کا شکر ادا کریں اور اس سلسلے میں ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں اس پر معافی بھی چاہیں، یا اللہ ہماری یہ نمازیں کیا حقیقت رکھتی ہیں اور ہمارے ان روزوں کی حقیقت ہی کیا ہے؟ لیکن تیری شانِ کریمی سے کیا بعید ہے کہ تو ان ٹوٹی پھوٹی نمازوں اور ان ٹیڑھے میڑھے روزوں کو بھی قبول کرے۔

اے ہمارے آقا! تو ہی نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے اور تو ہی نیکیوں کو شرفِ قبولیت عطا کرنے والا ہے، ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری پسندیدگی کی راہیں اختیار کرسکیں اور آخرت میں تیری چاہتوں کے تخت و تاج حاصل کرسکیں، ہم تو نہایت کوتاہ بندے ہیں، اگر تو نے ہمیں اپنی توفیق سے محروم کردیا تو ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

ملاقاتی: سیدہ مشفقہ وقار معلمہ مدرسۃ النسواں جامعۃ الفلاح

اب انجمن دل میں مجمع نہ رہا باقی

ناظمۂ خواتین یوپی کی صحبت میں چند لمحے!

آج پوری دنیا اسلامی انقلاب کے نعروں سے گونج رہی ہے اس مبارک جدوجہد میں مرد و زن شانہ بشانہ مصروف ہیں جامعۃ الفلاح کے وہ ایام مجھے عمر بھر یاد رہیں گے جب تحریک اسلامی ہند کے متوالے مرد اور جذبۂ اسلام سے سرشار خواتین اپنی تحریکی تربیت کے لئے یہاں اکٹھا ہوئی تھیں، ہر طرف ہنستے کھیلتے گلابوں جیسے چہرے دکھائی دے رہے تھے، فضا چاہت کی مہک سے معمور تھی، والہانہ عقیدت و محبت کے پھول نچھاور ہو رہے تھے، جوان امنگوں، تازہ ولولوں اور انتھک جدوجہد کا مظاہرہ ہو رہا تھا اور ۲ رجب کی شام کو میں عورتوں اور بچیوں کے جھرمٹ میں تحریک اسلامی ہند کے شعبۂ خواتین یوپی کی ناظمہ اور شفیق عالم انٹر کالج نسواں کانپور کی صدر محترمہ قمر بیگم نیازی صاحبہ سے گفتگو کا شرف حاصل کر رہی تھی، میرے سامنے عظمت و جبروت، جہد و ایثار اور خدمت دین و اشاعت اسلام کی ایک قابل تقلید شخصیت موجود تھی، اس پیکر عظمت و ایثار کے سامنے میری زبان گنگ تھی، میں نے اپنے ہوش و حواس درست کئے، قلمی ہتھیار پر نظر ڈالی اور موصوفہ سے یوں مخاطب ہوئی۔

س:- تحریک اسلامی سے آپ کب اور کیسے منسلک ہوئیں؟

ج:- میں دینی رسائل اور کتابوں کے مطالعہ کا شوق شروع ہی سے رکھتی تھی، ۱۹۵۵ء کی بات ہے، میری نظر سے رسالہ "مولوی" گذرا اس میں مولانا مودودی کے خطبات شائع ہوئے تھے، ان کے مطالعے سے مجھے محسوس ہوا کہ:-

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

میں نے تحریک کے لٹریچر کا باقاعدہ مطالعہ شروع کیا اور میری زندگی کا نقشہ ان کتب کے مطالبات اور تقاضوں سے بھر گیا، حتیٰ کہ ۱۹۵۶ء میں یہ جذبہ شعلہ جوالہ بن گیا جس نے میری خواہشات اور ناجائز اغراض اور شیطان کے وساوس کو بھسم کر دیا اور میں نے جماعت اسلامی کی رکنیت کا فارم پُر کر دیا جسے منظور کر لیا گیا، اس طرح جماعت سے میرا اٹوٹ تعلق قائم ہو گیا۔

س :- آپ اپنی زندگی کے کسی ایسے گوشے پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گی جس میں ہم سب کے لئے عبرت و موعظت ہو؟

ج : میری زندگی کا ایک واقعہ ایسا ہے جو مجھے اب تک یاد ہے جس کی وجہ سے مجھے بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے، تحریک سے متاثر ہونے سے پہلے مجلس خواتین میں میلاد خواں خاتون کی حیثیت سے مشہور و معروف تھی، میرے لئے دور دور سے بلاوے آتے، قرب وجوار کی عورتیں میری باتیں سننے کے لئے ٹوٹ پڑتی تھیں، میں پورے ترنم اور خوش الحانی سے بحالت قیام میلاد پڑھتی، لیکن تحریکی لٹریچر کے مطالعے کے بعد ذہن و دماغ میں ایک انقلاب برپا ہوگیا، قیام اب میرے لئے ناجائز ہوگیا، چنانچہ میں نے انہیں محفلوں میں بیٹھ کر درود خوانی شروع کی، جس کی وجہ سے اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہونا شروع ہوگیا، دوست دشمن سب مخالف ہوگئے، اعزہ واقارب کی جانب سے پھبتیاں کسی گئیں، طعن وتشنیع اور لعنت ملامت سے بھی دوچار ہونا پڑا، مجھے مارنے اور زدوکوب کرنے کے منصوبے بھی بنائے گئے، لیکن میرے عزم واستقلال میں کوئی فرق نہ واقع ہوا، بلکہ پوری پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ میں اپنے اصول پر قائم رہی، نتیجۃً مجھے میلاد کی محفلوں سے نجات مل گئی۔

اس وقت میں معمولی پڑھی لکھی تھی، حتیٰ کہ لٹریچر سمجھنے میں بھی بسا اوقات دشواری ہوتی تھی، لیکن میں نے ہمت نہ ہاری اور لغات کی مدد سے ان کا مطالعہ کرتی رہی اور عمل کے طور پر تحریک اور تقویٰ آخرت سے قریب تر اور دنیا کی مرغوبات ولغویات سے دور تر ہوتی گئی حتیٰ کہ

اب آئین دل میں کچھ نہ رہا باقی
جس دل کو عطا ہے اک شمع محبت کی

س :- مدرسۃ نسواں جامعۃ الفلاح کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں۔

ج :- اس کے بارے میں میرے تاثرات بہت اچھے ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ ہیروں کے تراشنے کا کام ہے ہماری بچیاں ناتراشیدہ ہیروں کی مانند ہیں، اگر ان کو عمل صالح اور علم دین کے ہتھیاروں سے مسلح کر دیا جائے تو وہ ایسے ہیرے ثابت ہوں گی جس کی روشنی سے زمانہ جگمگا اٹھے گا اور وہ جہاں جائیں گی علم وعمل کی روشنی سے اسے منور اور تابناک بنا دیں گی، اسی لئے میں کہتی ہوں کہ یہ نہایت مبارک اور ضروری قدم ہے۔

س :- تلک جہیز کی لعنت نے مسلم معاشرے کو اپنی دبوچ میں لے رکھا ہے، سترفیصد لڑکیاں گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟

ج :- یہ نہایت ہی خراب اور بیہودہ رسم ہے جس کی وجہ سے بچیوں کی زندگی تباہ ہوتی ہے لیکن میں اس بات کی قائل ہوں کہ انسان جو کچھ کہے اس پر کاربند رہے، میں نے اپنا جو کچھ کہا ہے وہ کر کے دکھا بھی دیا ہے، میرے لڑکوں کی شادیاں بالکل سادگی کے ساتھ انجام پائی ہیں، کسی قسم کے جہیز کی طلب نہیں کی، ہاں جو کچھ ان کے والدین نے خوشی سے اپنی بچی کو دے دیا وہ لے لیا اور وہ انتہائی محدود ہے، میرے بیٹے تو سسرال کے ایک پیسہ کا استعمال بھی اچھا نہیں سمجھتے، اسی طرح اپنی بچیوں کی شادی بھی سادگی کے ساتھ ہوئی، ہمارے یہاں عصر کے بعد یا جس وقت بھی ہو دعوت سادہ دی جاتی ہے، جس میں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، یہ دعوت بالکل سادہ ہوتی ہے اور ایک گھنٹے میں تمام ہو جاتی ہے۔

میں تو ایسی شادیوں میں جانا بھی پسند نہیں کرتی جہاں رقص وسرود کی محفلیں جمی ہوں یا لغویات کا ارتکاب کیا جاتا ہو، جب مجھ سے اس کی وجہ دریافت کی جاتی ہے تو میں کہتی

واشگاف الفاظ میں جواب دے رہی ہوں۔ آپ نے دینی محفل میں شیطان کو مدعو کر لیا تھا جو ہماری ازلی دشمن ہے، تو محبت میں ہی حاضر ہو سکی۔

س:۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ ہماری بچیوں کیلئے کوئی پیغام دیں۔

ج:۔ بچیوں کیلئے میرا یہی پیغام ہے کہ وہ علم کے ساتھ عمل کو بھی اہمیت دیں یہ نہ سوچیں کہ یہ ساری تعلیمات صرف کتابوں تک محدود ہیں، عملی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، علم بلا عمل ایک آفت ہے جس سے پناہ مانگنی چاہئے، پھر معلمات کو بھی اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنا چاہئے جس کی وہ دوسروں کو تعلیم دیتی ہیں۔ انھیں خود اسلامی تعلیمات کی تصویر (آئینہ) کردار کا مظہر ہونا چاہئے، انھیں اقبال کا یہ شعر ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے ۔

شمع محفل ہو کے جب تو سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذت کو بیگانے رہے

اسی لئے میں کہتی ہوں، معلمات اور طالبات دونوں کے باہمی تعاون سے ہی صالح معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے، میری دعا ہے کہ اللہ ہم دونوں کو صالح بنائے اور نیک راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین!

مغرب کا وقت ہو چکا تھا، میں نے کاغذ قلم سمیٹ لئے، شاید خواہش کے باوجود دوسرے سوالات میں ترمیم نہ کر سکی ۔ پھر زندگی رہی تو آئندہ سہی ۔

یہ تصویریں ہیں تیری

نماز میں درہم برہم کا بیان

سرخی دیکھ کر مسکرایئے نہیں، یہ جامعۃ الفلاح کے ایک دس سالہ بچے محمد عمران فراہی سلمہ کی قائم کی ہوئی سرخی ہے، اس نے مندرجہ بالا عنوان سے ہمیں ایک مضمون بغرض اشاعت ارسال کیا ہے، آپ بھی اس کی توتلی زبان سے محظوظ ہوئیے ۔

"نماز میں درہم برہم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ اس کو سزا کا مستحق بناتا ہے، بچے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو، کبھی قمیص سیدھی کرتے ہیں کبھی بٹن، کبھی سر کھجاتے ہیں، اس سے اللہ کی شان میں گستاخی ہوتی ہے، آپ یہ مضمون چھاپ دیجئے تاکہ بچے نماز میں خدا کی گستاخی نہ کریں ۔"

زبان و بیان کی غلطیوں سے قطع نظر اس کے جذبۂ اصلاح کی داد دیجئے، تبلیغ اور خدمت اسلام کے ذوق و شوق کی بھرپور تعریف کیجئے، کاش آج قوم کا ہر بچہ عمران فراہی بن جائے ۔

ایک خبر

یہ خبر ہمارے لئے موجب مسرت ہوگی کہ ہمارے ایک عزیز بھائی جبرئیل امین صدیقی فلاحی طلب علم کی خاطر اعلیٰ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض تشریف لے جا رہے ہیں، داخلہ منظوری کی سرکاری اطلاع مل چکی ہے صرف ویزا کا انتظار ہے۔ برادر مکرم نے دو سال قبل جامعہ سے فراغت حاصل کی تھی اور فراغت کے معاً بعد ہی جامعہ میں تدریس کی خدمت میں لگ گئے تھے، اللہ سے دعا ہے کہ برادر موصوف کو صحت و عافیت منزل مقصود تک پہونچائے اور صحیح معنوں میں علم دین حاصل کرنے اور دینی فرائض انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ——— (ادارہ)

مولانا مودودی کا ایک غیر مطبوعہ خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب! سلام مسنون۔
یہ خط مولانا محترم نے میرے ایک سوال نامے کے جواب میں ارسال فرمایا تھا، جسے افادۂ عام کی خاطر "سیارت نو" کے لئے بھیج رہا ہوں، سوال نامہ تحریر کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی جواب اپنی جگہ مکمل ہے۔ والسلام۔
عبدالسلام خلاق، اسلامک پبلشرز رام پور

فون نمبر: ۱۷-۱۱م
تاریخ ۱۲/۷/۷۸
حوالہ ۵۰۳/

ابوالاعلیٰ مودودی
۵۔ اے ذیلدار پارک
اچھرہ - لاہور - پاکستان

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۵ مئی ۷۸ء کچھ تو اسے مجھ تک پہنچنے میں دیر لگی اور کچھ میری بیماری جواب میں تاخیر کی موجب ہوئی۔

جو مسائل آپ نے پوچھے ہیں ان کا جواب یہ ہے:-

(۱) مضاربت اگر سرمایہ کار اور ناشر کے درمیان ہو تو مصنف کی حیثیت ان دونوں سے الگ ہوگی اور وہ خواہ اپنی محنت کی اجرت رائلٹی کی صورت میں لے یا ایک مشت قیمت کی صورت میں، بہر دو صورت جو شرائط اس سے طے ہوں ان پر معاملہ کرنا درست ہوگا۔

(۲) مضاربت کی یہ صورت بھی جائز ہے کہ ایک شخص سرمایہ کار ہو، دوسرا شخص نشر و اشاعت کا کام کرے اور تیسرا شخص کتابیں لکھنے کی خدمت انجام دے۔ اس صورت میں مصنف رائلٹی یا ایک مشت قیمت لینے کا مجاز نہ ہوگا بلکہ وہ مضاربت کے کاروبار میں شریک ہوگا، تینوں فریقوں کے درمیان نفع کی تقسیم کا جو تناسب باہمی رضامندی سے طے ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ پہلی اور دوسری صورت میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے اس میں منافع کا تناسب یا رائلٹی کی مقدار شریعت مقرر نہیں کرتی بلکہ اسے باہمی رضامندی سے طے ہونا چاہئے۔

جن حضرات نے مجھے سلام کہا ہے ان سب کو میرا سلام پہنچا دیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

اور ایک ہم ہیں کہ

قندیل تک جلا نہ سکے

مولانا عنایت اللہ سبحانی کی عید الفطر کے موقع پر کی گئی تقریر

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد ۔

محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں زندگی میں پھر ایک بار موقع دیا کہ رمضان مبارک کی برکتوں سے مالا مال ہوسکیں، رمضان المبارک جیسا کہ آپ کو معلوم ہے سال کا سب سے اہم مہینہ ہے جس کے لئے نبی ﷺ بیقراری کے ساتھ انتظار کی گھڑیاں گنا کرتے تھے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ملی قرآن ملا، خدا کا آخری دین اور آخری پیغام ملا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہوتی ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا دریائے کرم جوش پر ہوتا ہے، اس کی رحمت کی گھٹائیں لہرا لہرا کے اٹھتی اور جھوم جھوم کے برستی ہیں۔ اس مہینہ میں اس کی بندہ نوازیوں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ روز اپنی جنت کو آراستہ کرتا ہے، وہ خوش ہو ہو کر اسے سجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے اطاعت گزار بندے جلد ہی اپنی ڈیوٹیاں ادا کر کے آئیں گے، وہ تیرے ہی اہل ٹھہریں گے اور تیری رونق کو دوبالا کریں گے۔ غرض یہ ماہ مقدس اللہ تعالیٰ کی اتنی زبردست نعمت ہے کہ اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے تھوڑا ہے اور جتنی بھی ثنا کی جائے کم ہے۔ اگر اس موقع پر جبکہ ہم اور آپ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے ہیں، مجھے میر تقی میر کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

نعمتہائے رنگارنگ سے بہرہ بخت سیہ کو نہیں
سانپ رہا گو گنج کے اوپر، کھانے کو تو کھلا گیا

اس شعر میں میر نے نامرادی و محرومی کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بڑی ہی درد انگیز ہے، ظاہر ہے سانپ چاہے خزانے پر بیٹھا رہے، عمر بھر اس سے چمٹا رہے، مگر اسے اس سے کیا حاصل، اسے بھوک لگے گی تو وہ سونا تو کھانے کا نہیں، کھائے گا تو مٹی ہی کھائے گا، کچھ ایسی ہی کیفیت ہماری ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی یہ زبردست نعمت ہمیں حاصل ہوئی، یہ مہمان عزیز پورے ایک ماہ ہمارے درمیان ٹھہرا رہا، یہ ماہ مقدس اپنی ساری رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ کامل تیس دن ہم پر سایہ فگن رہا لیکن سوال یہ ہے کہ ہم نے اس سے کیا پایا؟ اس کی رحمتوں اور برکتوں میں سے ہم نے کس حد تک اپنا حصہ لگایا، اس کی نورانی راتوں اور بابرکت لمحوں سے ہم کس قدر فیضیاب ہوئے؟ آہ! یہ ایک ایسا سوال ہے جو آنکھوں کو آنسوؤں [illegible] کو سوز و گداز سے بھر دیتا ہے، دلوں کو دو نیم اور جگر کو پاش پاش کئے دیتا ہے۔ ابھی رمضان گیا، اس سے پہلے بھی کتنے ہی رمضان آئے اور گزر گئے، مگر ہم نے ان سے کیا پایا؟ کتنی ہی بہاریں آئیں، کتنی ہی روح پرور

ہو رحمت ہوا تجھ پر بہاریں آئیں، مگر ہمارے جبین پر ویسی ہی خزاں طاری رہی، برکتوں اور سعادتوں کے کتنے ہی قافلے آئے، مگر ہماری نامرادیاں اور بدبختیاں جوں کی توں قائم رہیں، ہمارے گھر کی ویرانیوں میں کوئی فرق نہ آیا، رحمت کی کتنی ہی گھٹائیں اٹھیں، لطف و کرم کی کتنی ہی بدلیاں نمودار ہوئیں مگر ہماری قسمتوں کے پیالے ویسے ہی اوندھے پڑے رہے، انوار و تجلیات کی کتنی ہی موجیں اٹھیں، مگر ہمارے دلوں کی دنیا ویسی ہی تاریک رہی، ہمارے ایمان کی شمعیں ویسی ہی ٹمٹماتی رہیں، ان کی لو ذرا بھی تیز نہیں ہوئی۔ آہ! ہماری محرومیوں اور بدبختیوں کی تاریخ کتنی لمبی اور عبرتناک ہے ۔

شب حیات میں کچھ لوگ آفتاب بدست
کچھ ایسے بھی ہیں جو قندیل تک جلا نہ سکے

محترم بزرگو! عزیز بھائیو! غالباً میری ان باتوں پر آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا، اس لئے کہ ہم نے بھی تو رمضان المبارک کے روزے رکھے ہیں، ہم نے بھی تو راتوں میں تراویحیں پڑھی ہیں، اس رمضان میں بھی روزے رکھے ہیں گزشتہ رمضانوں میں بھی روزے رکھتے آتے ہیں، اس رمضان میں بھی تراویحیں پڑھی ہیں اور گزشتہ رمضانوں میں بھی تراویحیں پڑھتے آتے ہیں، پھر ہم خدائی رحمت اور ماہ مقدس کی برکت و سعادت سے محروم کیوں ہونے لگے ہیں، مگر آہ! میرے بزرگو! آج جو ہماری صورت حال ہے، آج جو سارے عالم میں ہماری درگت بن رہی ہے، وہ آخر کس چیز کا پتہ دیتی ہے۔ کیا وہ ہماری محرومیوں کا پتہ نہیں دے رہی ہے؟ ہو سکتا ہے میری ان باتوں پر آپ کو تعجب ہو رہا ہو، آپ سوچتے ہوں گے کہ آج خوشی کے موقع پر رنج و غم کی حکایت کہاں سے چھیڑ دی؟ لیکن میں کیا کروں، اپنی طبیعت سے مجبور ہوں، خوشی کا ہر لمحہ مجھے غم کی یاد دلاتا ہے جب بھی کوئی کھلا ہوا پھول دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے دل کا زخم یاد آجاتا ہے، جب بھی آسمان پر کوئی ہلال دیکھتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ اسی کمان بدوش فلک کا کوئی تیر نہ ہو، بہرحال مجھے آپ کے ذوق کی بھی رعایت کرنی ہے، آپ کی طبیعت کی ضیافت بھی میرا فرض ہے، اس لئے میں اس خوشی کے موقع پر کچھ نشاط انگیز اور خوشکن باتیں بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی خوشیاں مکمل ہو سکیں، آپ صحیح معنوں میں اس عید کی خوشیاں منا سکیں، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہیں ان کے اندر سے بھی غم کا کوئی پہلو نہ نکل آئے۔

محترم بزرگو اور عزیزو! آج آپ جب اپنے گھروں سے نکل کر عید گاہ تشریف لاتے ہیں تو گاؤں کے گلی کوچوں اور قصبے کی سڑکوں پر کچھ نورانی صورتوں نے آپ کا استقبال کیا ہوگا، کچھ شیریں و دلنواز صداؤں نے آپ کا خیر مقدم کیا ہوگا، یقیناً ایسا ہوا ہوگا لیکن شاید آپ کو محسوس نہ ہو سکا، ظاہر ہے ہماری یہ آنکھیں اس قابل کہاں کہ ان نورانی صورتوں کو دیکھ سکیں؟ ہمارے یہ کان اس قابل کہاں کہ ان لطیف آوازوں کو سن سکیں؟ سنئے جب آپ اپنے گھروں سے نکلے ہیں تو اللہ کے نورانی فرشتوں نے بڑھ بڑھ کر آپ کا استقبال کیا ہے، نہایت گرمجوشی سے آپ کا استقبال کیا ہے، بہت خلوص و محبت اور فرط مسرت کے ساتھ آپ کو سلام پیش کیا ہے اور بڑے اس انداز سے پیش کی ہے کہ اگر آپ ان کی صورتیں دیکھ سکتے، ان کی خوشکن آوازیں سن سکتے، ان کی دلنواز بولیاں سمجھ سکتے تو آپ خوشی سے بے قابو ہو جاتے، آپ کی مسرت کی انتہا نہ رہتی، سنئے یہ آوازیں اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہیں

یا امۃ محمد اخرجوا	اے محمد کے امتیو! چلو تم مہربان
الی رب کریم یعطی	رب کی طرف جو بہت بہت نوازنے
الجزیل ویغفر	والا، بڑی سے بڑی خطاؤں کو
العظیم اعتدوا	معاف کر دینے والا ہے، اے مسلمانو!

يامعشر المسلمين
الى رب كريم
يمن بالخير ثم يثيب
عليه الجزيل لقد
امرتم بقيام الليل
فقمتم وامرتم بصيام
النهار فصمتم
واطعتم ربكم
فاقبضوا جوائزكم

چلو اپنے مہربان آقا کی بارگاہ میں
جو نیکیوں کی توفیق بھی دیتا ہے اور
نیکیوں کا کثیر اجر بھی عطا کرتا ہے
تم سے دن میں روزے رکھنے کے
لئے کہا گیا، تم نے دن میں روزے
رکھے، تم سے راتوں میں نمازیں پڑھنے
کیلئے کہا گیا تم نے راتوں میں نمازیں
پڑھیں، تم نے اپنے رب کی اطاعت
کی، چلو اپنے انعامات لے لو۔

اور دیکھئے! اس وقت جیسے کچھ خدا کی آواز آرہی ہے آپ کے مہربان مولیٰ کی آواز، انتہائی شیریں و دلکش آواز وہ جیسے فرشتوں سے پوچھ رہا ہے

ما جزاء الاجير
اذا عمل عمله

اگر کوئی مزدور اپنا کام پورا کرلے
تو اس کا بدلہ کیا ہونا چاہئے؟

فرشتے عرض کرتے ہیں:-

الٰهنا وسيدنا جزاؤه
ان توفيه اجره

اے ہمارے مولیٰ! اے ہمارے
آقا! اس کا بدلہ تو یہ ہے کہ اسے پورا پورا
صلہ عطا کیا جائے۔

مہربان مولیٰ فرماتا ہے:-

فانی اشهدکم یا
ملائکتی انی قد
جعلت ثوابهم من
صیامهم شهر رمضان
وقیامهم رضائی
ومغفرتی

اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو،
میرے ان بندوں نے پورے مہینے
جو راتوں میں نمازیں پڑھی ہیں اور
دن میں روزے رکھے ہیں ان کے
بدلے میں میں نے اپنی مغفرت اور
اپنی چاہتوں کے جنت کا تاج انہیں
عطا کر دئے۔

اور دیکھئے! آپ کا مہربان مولیٰ، رحمٰن و رحیم آقا براہ راست آپ سے ہم کلام ہے، وہ آپ کو آواز دے رہا ہے وہ آپ سے کہہ رہا ہے:-

یا عبادی سلونی

اے میرے بندو! مانگو جو کچھ

فوعزتی لاسترن
علیکم عثراتکم
ما راقبتمونی و
عزتی وجلالی لا اخزیکم
ولا افضحکم بین
اصحاب الحدود و
انصرفوا مغفورا
لکم قد ارضیتمونی
ورضیت عنکم

مانگنا ہو، میری عزت و جلال
کی قسم! آج تم آخرت کی جو
نعمت بھی مانگو گے میں تمہیں عطا
کروں گا اور دنیا کی جو چیز بھی مانگو
گے میں اس کا خیال رکھوں گا،
میری عزت کی قسم، تم جب تک
میری طرف سے غافل نہیں ہوگے
مجھ سے لو لگائے رہو گے، میں
تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا
رہوں گا، میری عزت و جلال کی
قسم میں مجرموں کے ساتھ تم کو کبھی
ذلیل و رسوا نہیں ہونے دوں گا،
جاؤ تمہاری مغفرت ہو گئی تم نے
مجھے راضی کرنے کی کوشش کی میں
تم سے راضی ہو گیا۔

اور دیکھئے اللہ کے فرشتے بھی خوشی سے بے قابو نظر آتے ہیں، وہ جوق در جوق آسمان سے اتر رہے ہیں، یقین مانئے میں سچ کہتا ہوں، اس وقت اللہ کے فرشتے فوج در فوج آپ کی طرف بڑھ رہے ہیں، وہ آپ کے سروں پر منڈلا رہے ہیں، اور دیکھئے! وہ کتنی عمدہ خوشخبری سنا رہے ہیں!

الا ان ربکم قد
غفر لکم فارجعوا
راشدین الی
رحالکم۔

سن لو! تمہارے رب نے تمہاری
مغفرت کا فیصلہ کر دیا ہے، جاؤ
اپنے گھروں کو واپس جاؤ، خوش
خوش، کامیاب و کامراں۔

اللہ اکبر! یہ منظر بھی کتنا نظارہ انگیز ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو! شاید میں نے آپ کی کافی ضیافت کر دی، آپ کے لئے خوشی و مسرت کا کافی سامان بہم پہنچا دیا، اب آپ خوش ہوں گے، مطمئن اور پرسکون بھی ہوں گے اور اب آپ چاہتے ہوں گے

کہ خوش خوش اپنے گھروں کو واپس جائیں اور عید کے پروگراموں کی تکمیل کریں، لیکن نہیں، آپ کو میری طبیعت کا حال معلوم ہے، میری طبیعت ہر خوشی کے اندر سے غم کے پہلو ڈھونڈتی ہے، خوشی کے پھولوں سے زیادہ غم کے کانٹوں پر اس کی نظر جاتی ہے، وہ نہ خود دھوکے میں رہتی ہے نہ دوسروں کو دھوکے میں رکھنا چاہتی ہے۔ اس دن کا جو خوش آئند پہلو تھا وہ آپ کے سامنے آ گیا، اب ضروری ہے کہ اس کا جو تلخ پہلو ہے وہ بھی سامنے لایا جائے، یاد رکھئے! آج کے دن، آج کے دن میں آپ کو ہنستا ہوا نہیں رلاتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں، میں آج خوشی کے قہقہے نہیں درد و کرب کی چیخیں سننا چاہتا ہوں، آج آپ اس مجلس سے جتنے ہی زیادہ غمگین اور رنجیدہ ہو کر اٹھیں گے مجھے اتنی ہی زیادہ خوشی ہوگی، میں ہر سال عید کے موقع پر آپ کے سامنے مسرتوں کے دسترخوان بچھاتا رہا ہوں، آج بھی بچھا رہا ہوں اور زندگی رہی تو آئندہ بھی بچھاتا رہوں گا، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر چمن میں بہار آئی ہوئی ہے تو آپ کو اس سے کیا مطلب، اگر خود آپ کے اپنے نشیمن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اگر پڑوس میں شادی ہے تو اس شادی سے آپ کو کیا خوشی اگر خود آپ کے اپنے گھر میں آپ کے جوان سال بیٹے کی لاش رکھی ہوئی ہے اگر پورے عالم میں چاندنی چھٹکی ہوئی ہے تو اس چاندنی سے مجھے کیا دلچسپی، اگر خود میری اپنی جھونپڑی میں تاریکی ہے۔

بلاشبہ آج کا دن خوشیوں کا دن ہے، مسرتوں کا دن ہے بشارتوں کا دن ہے، اللہ کی طرف سے انعامات کے تقسیم ہونے کا دن ہے، فرشتے آج گھوم گھوم کر بشارتیں سنا رہے ہیں، لیکن آپ یہ بھی تو غور کریں کہ یہ خوشی کا دن کن کے لئے ہے، یہ بشارتیں ان کے لئے ہیں جنہوں نے رمضان کا احترام کیا ہے، جنہوں نے روزوں کا پورا احترام کیا ہے، ان کے تمام آداب و شرائط کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے، اس کی روح اور اس کے مقاصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا ہے، کبھی رمضان کو اپنے لئے باعث کلفت اور مصیبت نہیں سمجھا، بلکہ وہ ان کیلئے قلب کا سکون اور دل کا سرور بن گیا، طبیعت کا تقاضا اور روح کی غذا ہو گیا، انھوں نے اسے ہمیشہ اپنے لئے فلاح کا ذریعہ اور سعادت کا راز سمجھا، غرض اسے وہ سب کچھ سمجھا جو ہم نے نہیں سمجھا اور اس کے لئے وہ سب کچھ کیا جو ہم نے نہیں کیا، آپ کو کچھ حیرت ہوگی کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اس لئے کہ ہم نے بھی تو روزے رکھے ہیں، ہم نے بھی تو تراویحیں پڑھی ہیں، ہم میں سے کتنوں نے تو اعتکاف کی سعادتیں لوٹی ہیں، ہم نے ہمیشہ رمضان کے گن گائے ہیں، اس کی عظمت و تقدس کے گن گائے ہیں، زبان سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں نکالی ہے جس سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہو، ٹھیک ہے میرے دوستو! مجھے یہ سب کچھ تسلیم! میں ان باتوں سے انکار نہیں کرتا، البتہ اس سلسلہ میں مزید کچھ عرض کرنے سے پہلے چاہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں آپ کے سامنے رکھوں اور پھر آپ سے درخواست کروں کہ خدارا ان حدیثوں کی روشنی میں اپنے روزوں اور رمضان کی کارگزاریوں کا جائزہ لیجئے اور پھر بتایئے کیا واقعی ہم نے رمضان کا احترام کیا ہے، کیا ہم نے صحیح معنوں میں اس ماہ مقدس کی حرمت و عظمت کا لحاظ رکھا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب صائم لیس له من صیامه الا الجوع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوں گے جن کے حصے میں سوائے بھوک پیاس کی مشقت کے اور کچھ نہیں آئے گا۔

وعنه رضی اللہ عنه لیس الصیام من الاکل و الشرب انما الصیام من

حضرت ابوہریرہ ہی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ صرف کھانے اور پینے سے نہیں ہوتا، روزہ تو لغو اور بے حیائی

الصوم الرفث فان سابك احد او جهل عليك فقل اني صائم اني صائم

وعنه رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه و شرابه

وعن ابي عبيدة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصيام جنة ما لم يخرقها قيل وبما يخرقها يا رسول الله قال الكذب او الغيبة

کے تمام کاموں سے ہوتا ہے تو اگر کوئی تم میں گالم گلوچ کرے یا تمہارے ساتھ بدتمیزی کرے تو کہہ دو کہ میں تو روزے سے ہوں، میں تو روزے سے ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غلط باتیں کہنی اور غلط کام کرنے نہیں چھوڑے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ ڈھال کا کام دیتا ہے بشرطیکہ اسے پھاڑ نہ ڈالا جائے، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! یہ ڈھال کیسے پھٹتی ہے۔ فرمایا:۔ جھوٹ یا غیبت سے۔

یہ چند حدیثیں ہیں، ان حدیثوں کو سامنے رکھئے، ان حدیثوں سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ روزہ کیا ہے، روزہ کی روح اور اس کی حقیقت کیا ہے، اس کی منشاء اور اس کی غایت کیا ہے، وہ کس لئے آتا ہے اور وہ ہمیں کیا پیغام دیتا ہے، وہ ہمیں کس رنگ میں رنگنا چاہتا ہے اور کس سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے، وہ ہم سے کیا تقاضے کرتا ہے اور ہمارے سامنے کیا مطالبے رکھتا ہے، یقین مانئے روزہ اس لئے نہیں آتا کہ آپ کو خواہ مخواہ بھوک پیاس کی شدت میں مبتلا کرے نہ وہ اس لئے آتا ہے کہ وہ آپ کے آرام و راحت کے اوقات میں خلل اندازی کرے، وہ تو اس لئے آتا ہے کہ ہم کو اور آپ کو پاکیزہ و صاف بنا دے، وہ تو ہماری زندگیوں کو سنوارنے اور نکھارنے آتا ہے، ہمارے میل کچیل اور ہماری آلائشوں کو دور کرنے کے لئے آتا ہے، وہ ہمارے نقائص اور ہماری کمزوریوں کی اصلاح کے لئے آتا ہے، ہماری روحانی بیماریوں اور اخلاقی خرابیوں کا علاج کرنے کے لئے آتا ہے، وہ ہمیں ہر طرح کی تاریکیوں اور ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لئے آتا ہے، وہ اس لئے آتا ہے کہ ہمارے پورے وجود کو سراپا نور بنا دے، ہماری پوری زندگی کو مکمل روشنی بنا دے، یہ لڑائی جھگڑے، یہ حسد کینے، یہ گالم گلوچ، یہ غصہ و اشتعال، یہ غیبتیں اور چغل خوریاں، یہ عیب جوئیاں اور نکتہ چینیاں، یہ عداوتیں اور دشمنیاں، یہ زیادتیاں اور دراز دستیاں، غرض وہ ساری چیزیں جو ہماری زندگی کے بدنما داغ اور گھناؤنے دھبے ہیں، ان سارے دھبوں کو مٹا کر وہ ہماری فطرت کے حقیقی حسن کو آشکارا کر دے، اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا ہم نے روزوں سے یہ فائدے حاصل کئے ہیں؟ کیا ہم نے اس مہینے میں لڑائی جھگڑے اور گالم گلوچ سے پرہیز کیا ہے کیا ہم نے غیبتوں اور چغل خوریوں سے، دوسروں کی نکتہ چینیوں اور عیب جوئیوں سے اجتناب کیا ہے؟ کیا ہماری زبانیں صاف ستھری اور پاکیزہ رہی ہیں، کیا ہمارے دلوں سے نفرت و عداوت کے سارے کانٹے نکل گئے ہیں، کیا آج ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ آج سے ہم بھائی بھائی بن کر رہیں گے؟ ایک دوسرے کے ہمدرد و بہی خواہ اور غم خوار و غم گسار بن کر رہیں گے۔ کیا آج ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ آج سے ہم بدی کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے؟ اب ہم اپنے معاشرے کے اندر، اپنی سوسائٹی کے اندر اور خود اپنی زندگیوں میں، بال بچوں کی زندگیوں میں، بیوی اور بہنوں کی زندگیوں میں برائی کو کہیں سے بھی پنپنے نہ دیں گے کہیں سے بھی شیطان کو داخل نہیں ہونے دیں گے، کیا ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ہم نیکی کے علمبردار بنیں گے اور خیر و ہدایت کا جھنڈا بلند کریں گے، اب ہم نیکی کے سپاہی بنیں گے اور

نیکی کی اشاعت کریں گے ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جہاں روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمایا ہے اور اس سلسلے کے کچھ احکام بیان فرمائے ہیں وہاں آخر میں فرمایا

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝	جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو کہہ دو میں قریب ہی ہوں، میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے تو وہ میری پکار پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، اس طرح امید ہے کہ وہ میری راہ پالیں گے، گویا وہ خود مجھے پالیں گے ۔

یہ ایک مختصر سی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے روزے کی روح کھینچ کر رکھ دی ہے، مختصر سے مختصر لفظوں میں اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ روزہ کیا ہے؟ اس کی روح کیا ہے؟ تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ روزے کی روح اللہ تعالیٰ سے بے پناہ عشق ہے اس سے والہانہ محبت ہے، اس سے قلبی لگاؤ اور روحانی وابستگی ہے۔ یاد رکھئے روزہ اس لئے نہیں آتا ہے کہ آپ کے لئے لذیذ کھانے فراہم کرے، روزہ اس لئے نہیں آتا کہ آپ کے لئے ذوق ذائقہ اور پرتکلف سحری و افطار کا انتظام کرے، وہ تو اس لئے آتا ہے کہ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ لگا دے، آپ کو اس کے لئے دیوانہ بنا دے، آپ کے اندر اپنے آقا کی بھوک اور آقا کی پیاس پیدا کر دے، وہ تو اس لئے آتا ہے کہ آپ کے اندر عشق الٰہی کی ایسی گرمی پھونک دے کہ آپ بے چین ہو جائیں، آپ بے چین ہو جائیں کہ ہمارا مولیٰ کہاں ہے؟ ہمارا مہربان آقا کہاں ہے، ہم اسے کہاں ڈھونڈیں؟ اسے کس طرح پا سکتے ہیں ہم اسے کس طرح خوش کر سکتے ہیں؟ اپنی عقیدتوں کے نذرانے ہم اس کی بارگاہ میں کس طرح پیش کر سکتے ہیں، اپنی محبتوں کے پھول ہم اس کے

قدموں پر کس طرح نچھاور کر سکتے ہیں؟ آپ کے اندر ایسا بیتابانہ جذبۂ بندگی پیدا ہو جائے کہ آپ بے اختیار اسے پکار اٹھیں کہ

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

آپ کی سب سے بڑی آرزو اور سب سے بڑی تمنا یہ ہوگی کہ آپ اپنے رب سے قریب ہو جائیں، آپ کی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ یہ بن جائے کہ آپ اپنے رب کو خوش کر لیں آپ اس کے پسندیدہ اور مقرب بندے بن جائیں، آپ آخرت میں جب اس کے حضور پہنچیں تو اس کی شفقتیں اور اس کی رحمتیں بے تاب ہو کر آپ کو سینے سے لگا لیں ۔

میرے دوستو اور بزرگو! کیا ہم نے روزوں سے یہ فائدے حاصل کئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر خدا کی جستجو اور رضائے الٰہی کی طلب پیدا ہوتی ہے؟ اگر ہمارے اندر یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہو تو واقعی ہمارے روزے صحیح معنوں میں روزے ہیں، ہم نے صحیح معنوں میں اس ماہ مبارک سے فائدہ اٹھایا ہے، اس کی رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پایا ہے اور اب ہمیں پورا حق ہے کہ آج ہم جتنی چاہیں خوشیاں منائیں اور جس قدر چاہیں مسرت کے ترانے اور خوشی کے گیت گائیں ۔

لیکن اگر خدانخواستہ ہماری یہ کیفیت نہیں ہوئی، اگر ہمارے اندر عشق الٰہی کی یہ گرمی نہیں پیدا ہوئی ہے تو پھر ہم کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اس ماہ مبارک سے فائدہ اٹھایا ہے، اس کی برکتوں اور سعادتوں سے حصہ پایا ہے، پھر تو ہمیں ڈرنا چاہئے ہمیں لرزنا چاہئے کہ کہیں ہم بھی نبی کے اس قول کے تحت نہ آتے ہوں کہ :۔

رب صائم لیس له من صیامه الا الجوع ورب قائم لیس له من قیامه الا السهر	کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوں گے جن کے حصے میں سوائے بھوک پیاس کی مشقت کے اور کچھ نہیں آئے گا اور کتنے ہی راتوں کو نمازیں پڑھنے والے ایسے ہوں گے جن کے حصے میں سوائے

شب بیداری کی کائنات کے اور کچھ نہیں آئے گا۔

یہی وہ احساس ہے، یہی وہ کھٹکا ہے جو ایک حساس اور باشعور مومن کو چین نہیں لینے دیتا، اسے ہمہ آن فکرمند اور بے چین رکھتا ہے، عام لوگ جب عید کا چاند دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں، ایک دوسرے سے مصافحے کرتے ہیں، گلے ملتے ہیں، آپس میں مبارکبادیاں پیش کرتے ہیں تو اس وقت اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں، اس وقت اس کے سینے میں اضطراب کا طوفان بپا ہوتا ہے، اس وقت وہ حسرتوں کی ایک تصویر بنا ہوا ہوتا ہے، جب عام لوگ عید کا چاند دیکھ کر عید کے پکوانوں اور دوستوں کی دعوتوں کے نقشے بنا رہے ہوتے ہیں، عید ملن کے لیے چھوٹے بڑے پروگرام تیار کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت وہ کسی تاریک گوشے میں پڑا ہوا اپنے رب کے حضور آہ و زاریاں کر رہا ہوتا ہے اس موقع پر مجھے امیرالمومنین خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک ایمان افروز واقعہ یاد آرہا ہے، میں سوچتا ہوں وہ واقعہ آپ کو بھی سنا دوں، آپ گھبرائیں نہیں اب میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا، بس اسی واقعہ پر میں اپنی یہ گفتگو ختم کر دوں گا۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں آتا ہے کہ خلافت سنبھالنے کے بعد جب پہلی بار ان کے گھر عید کی صبح طلوع ہوئی تو ان کے بچوں کے لیے نہ عید کے نئے کپڑے سلے تھے، نہ نئے جوتے آئے تھے، بس وہی پرانے کپڑے تھے اور پرانے جوتے، چنانچہ اس روز جب بچوں کے سامنے وہی پرانے کپڑے آئے تو وہ رونے لگے، وہ نئے کپڑوں کے لیے مچلنے لگے، ظاہر ہے بچے جو اب تک ناز و نعمت میں پلتے آئے تھے ہر خوشی کے موقع پر ایک سے ایک قیمتی جوڑے پہنتے آئے تھے، آج وہ پرانے کپڑوں میں عید کرنے کے لیے کیونکر تیار ہو سکتے تھے، جبکہ ان کا باپ کوئی غریب آدمی نہ تھا، وہ خلیفہ وقت تھا، تمام مسلمانوں کا امیر و سربراہ تھا، وقت کی عظیم ترین سلطنت کا حکمراں تھا، غرض ماں جب بچوں کو سمجھا سمجھا کر تھک گئیں تو انھوں نے سوچا، چلیں امیرالمومنین کے پاس چلیں امیرالمومنین کے سامنے یہ صورت حال رکھیں، ہو سکتا ہے وہ کوئی انتظام کر دیں۔ مگر وہ جب امیرالمومنین کے کمرے میں پہونچیں، تو ہچکیوں، سسکیوں اور ٹھنڈی ٹھنڈی آہوں نے ان کا استقبال کیا، امیرالمومنین کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں، امیرالمومنین سجدے میں پڑے آہ و زاریاں کر رہے تھے، امیرالمومنین اپنے رب سے دعا و مناجات میں مصروف تھے، امیرالمومنین اپنے آقا کے قدموں میں سر ڈال کر اسے گرم گرم آنسوؤں کے نذرانے پیش کر رہے تھے، امیرالمومنین رو رہے تھے اور ان کی زبان پر کچھ اس طرح کے فقرے لرز رہے تھے۔ "خدایا! یہ تیری رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ آیا، یہ مہینہ آیا اور چلا بھی گیا، اس ناچیز بندے کو اس کو کیا ملا، یہ کچھ نہیں معلوم، خدایا! تیری رحمتوں کی بہار تھی، اس موسم بہار میں بھی اگر کوئی محروم رہ گیا تو اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ میرے آقا! یہ کچھ ٹوٹی پھوٹی نمازیں ہیں اور کچھ ٹوٹے پھوٹے روزے، تیری شان کریمی سے کیا بعید ہے کہ تو انھیں بھی قبول کر لے؟ میرے آقا! یہ گناہ گار تیری رحمتوں کا بھکاری ہے تو اسے محروم و نامراد نہ لوٹا۔"

یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر اس نیک خاتون کا دل بھر آیا اور وہ الٹے پاؤں واپس آکر پھر اپنے بچوں کو سمجھانے لگیں۔

آہ! یہ تڑپ اور یہ بے قراری، یہ شکستگی اور یہ گریہ و زاری ہی روزے کا حاصل ہے، یہی اس کائنات کی سب سے قیمتی متاع ہے، یہ متاع بے بہا جسے مل گئی اسے دولت کونین حاصل ہو گئی، یہی وہ پونجی ہے جو آپ کے رب کو مطلوب ہے، یہی وہ سرمایہ ہے جو آپ کے آقا کو پسند ہے، یہی وہ پسندیدہ تحفہ ہے جو ایک ناچیز بندہ (باقی [illegible])

علیم اللہ فہد
ریسرچ اسکالر جامعۃ الفلاح بلریاگنج

اسلام اور نظریۂ فرائڈ کا تقابلی مطالعہ

(ا)جتماعی بگاڑ کی چند مثالیں

اس طرح آزادی و بے قیدی اباحیت کا دام ہمرنگ (ز)میں پوری دنیا پر بچھا دیا گیا۔ لوگ اسے تہذیب و ترقی سمجھ کر اس میں تیزی سے پھنستے گئے اور آج دنیا کی جو حالتِ زار ہے وہ سامنے ہے۔

لندن میں جتنی لڑکیاں آج بے گھر اور در بدر ماری ماری پھر رہی ہیں اتنی اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئیں۔ یہ چونکا دینے والی رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایسی لاتعداد لڑکیاں دیہات یا دور کے علاقوں کی رہنے والی نہیں بلکہ لندن میں رہنے والے خاندانوں ہی سے متعلق ہیں۔ اس سے بھی زیادہ دل دہلا دینے والی بات یہ ہے کہ ان لڑکیوں کے ماں باپ ان کی بالکل پروا نہیں کرتے کہ وہ کہاں رہتی اور کیا کرتی ہیں۔

لندن سے شام کے وقت شائع ہونے والے ایک [illegible] نے جو ریجنٹ نائٹ سنٹر اور ایک ہوسٹل چلانے میں تعاون دیتا ہے، لکھا ہے کہ لڑکیاں دروازوں پر دستک کا انتظار کرتی رہتی ہیں اور جب وہ کسی کے ساتھ جاتی ہیں تو پھر لوٹ کر واپس نہیں آتیں۔ لڑکیوں میں یہ رجحان پچھلے تین برسوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔ رپورٹ میں دکھایا گیا ہے کہ ایسی جوان لڑکیوں کی تعداد کافی زیادہ ہے جن کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے [illegible]

پچھلے ایک سال کے اندر ہی اندر جنوبی لندن میں واقع ایمرجنسی نائٹ سنٹر نے ۱۲ سے ۱۶ سال کی عمر کی ۲۰۵ لڑکیوں کو پناہ دی جن میں سے بیشتر کو پولیس اور سماجی تنظیموں کی معرفت ان کے گھروں پر واپس بھجوا دیا گیا۔

لندن میں ۱۹۷۶ء کے دوران ۱۰ سال سے ۱۶ سال کی عمر کے تقریباً پچیس ہزار بچے ۵۵ ہزار سے زائد جرائم کے مرتکب ہوئے۔ ان جرائم میں قتل کے ۱۵۱ اقدام قتل کے ۱۵۱۳ لوٹ مار اور ۵۰۳۶ چوری کے واقعات شامل ہیں۔ لندن کے ایک پولیس آفیسر نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ اصل جرائم اس سے زیادہ ہوئے ہیں کیونکہ عموماً چھوٹے چھوٹے واقعات کی لوگ رپورٹ نہیں کرتے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ لڑکوں میں سنگین جرائم کرنے کا رجحان پہلے کے مقابلے میں بڑھ گیا ہے۔ جن بچوں کو عدالتوں سے سزائیں ہوتی ہیں ان کے سابق ریکارڈ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے بیشتر کھاتے پیتے گھرانوں کے ہیں جو اب عادی مجرم ہو گئے ہیں۔[1]

لندن سے شائع ہونے والے دوسرے کردہ اخباروں نے اسکولوں میں دی جانے والی جنسی تعلیم کے اثرات پر طویل مضامین شائع کیے ہیں۔ ایک مضمون نگار نے لکھا ہے کہ جنسی تعلیم نابالغ لڑکیوں

۱؎ دعوت ۲۰ جنوری ۱۹۷۷ء

اور لڑکوں کو بدکاری کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔ بارہ سے سولہ سال تک کی ہزاروں لڑکیاں حاملہ ہو رہی ہیں۔ شادی سے قبل ہزاروں لڑکیاں مانع حمل آلات اور ادویہ کا استعمال کر رہی ہیں۔ عیسائیوں کی ایک جماعت نے مطالبہ کیا ہے کہ اسکولوں میں جنسی تعلیم کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ جنسی تعلیم جاری رکھنے کا سلسلہ در اصل ایسی بڑی بڑی کمپنیوں کے دباؤ میں ہو رہا ہے جو اس تعلیم کے ذریعہ مانع حمل ادویہ کا کاروبار کر رہی ہیں اور ان کمپنیوں کے ایجنٹ مختلف جماعتوں اور طلبہ کو انعامات دے کر یہ تحریک چلا رہے ہیں کہ جنسی تعلیم کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ ایک مشہور سماجی کارکن مس گریٹ نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ہمارا معاشرہ بڑھتی ہوئی جنسی بے راہ روی کو روکنے میں ناکام رہا ہے۔ اس بدعت کا علاج اسلام کو اپنا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔[1]

بنکاک، تھائی لینڈ میں ۱۰ جولائی ۸۶ء کو چھریرے اور تناسب الاعضاء بدن کی ایک دوشیزہ نے اپنے سے دگنے وزن والے قد آور مرد کو اٹھا کر پٹک دیا اور دوسری عورت نے حملہ کرنے کے لئے آنے والے مرد کو آسانی سے زمین پر چت کر دیا۔

۱۵ تا ۲۰ سال کی درمیانی عمر کی لڑکیوں اور عورتوں نے تھائی لینڈ کی باکسنگ، کراٹے، جاپانی جوڈو اور تلواروں کی وار کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس نجی ادارہ میں سیکھنے والی عورتیں جسم کو سڈول بنانے کے لئے آتی ہیں لیکن ان کی اکثریت تھائی لینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں زنا بالجبر سے تحفظ کے لئے یہ سب کچھ سیکھتی ہے گزشتہ سال ۴۰۴۵ زنا بالجبر اور ۷۰۰۰ جنسی حملے کے واقعات ہوئے تھے، خیال ہے کہ اصل اعداد اس سے زیادہ ہوں گے کیونکہ عورتیں زنا بالجبر اور جنسی حملوں کی باتیں بتاتی نہیں ہیں۔ تھائی لینڈ کے اخبارات میں روزانہ زنا بالجبر کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ وزیر اعظم نے پہلی بار دستور کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال کر کے فوری انصاف کے تحت زنا بالجبر اور دو عورتوں کے قاتل کو موت کی سزا دلوائی ہے۔

گزشتہ ہفتہ میں ایک دن میں زنا بالجبر کے ۱۵۵ واقعات ہوئے جس میں ایک ۵ سالہ بچی کے ساتھ ایک شخص نے منہ کالا کیا تھا جو کہ بدھ بھکشو کے زرد لباس میں ملبوس تھا۔ تھائی لینڈ میں کھلی عصمت فروشی کے باوجود یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ تھائی لینڈ میں ہزاروں مساج کلینک، قحبہ خانے، جسمانی مالش کے ادارے اور جنسی تسکین ہوٹل ہیں۔[2]

فطرت کی طرف واپسی کا مطالبہ!

بڑے بڑے مفکرین اس فساد زدہ صورت حال پر مضطرب و پریشان ہیں اور اس کا کوئی مناسب حل ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ اب انتہا ہو چکی ہے گمراہی اب حد سے گزر چکی ہے، اب فطرت کی طرف واپس آ جاؤ، اخلاق و کردار کی طرف لوٹ آؤ، مشرقی ورثہ کو گلے لگاؤ، ضبط کی قوتوں کو کام میں لاؤ، تم اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہو مستقبل کو تہس نہس کر رہے ہو، پوری انسانیت کی ہلاکت و فلاکت کیلئے سامان مہیا کر رہے ہو۔

یہ آوازیں مختلف حلقوں سے آ رہی ہیں۔ ان افراد کی جانب سے جو مغربی معاشرے میں پلے بڑھے ہیں، جو بے قید اباحیت کا مزہ چکھ چکے ہیں، جنہوں نے صیاد کی مکاری کو تاڑ لیا ہے اور اس کے پر فریب مگر بظاہر حسین اداؤں کا مطالعہ کر لیا ہے الیکسس کیرل اپنی کتاب "انسان نامعلوم" (THEMANUNK-NOWN) کے صفحہ ۱۴۳ پر لکھتا ہے:

"موجودہ تہذیب انسان کے عقلی اعمال کیلئے کوئی مناسب ماحول پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے، گرتی ہوئی اخلاقی و روحانی قدریں اکثر لوگوں کے روحانی نقائص کا سبب بن رہی ہیں

---

[1] دعوت دہلی ۱۱ جون ۱۹۸۶ء
[2] اردو بلٹز بمبئی ۲۶ جولائی ۱۹۸۶ء

کیونکہ مادہ کی برتری اور صنعتی تہذیب کے اصولوں نے ثقافت اور اخلاق کو تباہ کر دیا ہے۔ لہ
آگے صفحہ ۲۲ پر مزید لکھتا ہے۔

"آج کا انسان موروثی ماحول اور زندگی کے ان عادات کا پروردہ ہے جو آج کے متمدن معاشرے نے اس پر فرض کی ہیں، ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ عادات کس طرح اس کے جسم اور شعور پر اثر انداز ہوتی ہیں، انسان اپنے آپ کو اس ماحول کے مطابق بنانے سے قاصر ہے اور جس کو آج کی ٹیکنالوجی نے بنایا ہے اس ماحول نے انسان کو اباحیت پسند بنا دیا ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی کو موجودہ صورت حال کا ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اصل ذمہ دار ہم خود ہیں، کیونکہ ہم جائز و ناجائز میں امتیاز کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں، ہم نے قوانین طبیعت کی خلاف ورزی کر کے ایک بڑی غلطی کی ہے، اس غلطی پر ہمیشہ سزا ملتی ہے۔ جب انسان نے دوسرے سیاروں تک پہنچنے کی کوشش کی تو زندگی نے اسے کمزور بنا دیا، چنانچہ تہذیب روبہ زوال ہے" لہ

امریکی فلسفی ول ڈیورانٹ اپنی کتاب زندگی کا فلسفہ میں کہتا ہے:۔

"ہماری آج کی ثقافت سطحی اور ہمارا علم خطرناک ہے، ہمارے پاس آلات اور مشینیں تو بہت ہیں مگر مقاصد کا فقدان ہے، توازن عقل جو پہلے مذہب کی ایمانی حرارت سے پیدا ہوتا تھا، اب ختم ہو رہا ہے اور سائنس نے ہم سے بلند اخلاقی اصول چھین لئے ہیں، ساری دنیا ایک عجیب انفرادی اضطراب کا شکار ہے، جو درحقیقت ہماری اخلاقی پراگندگی کا آئینہ دار ہے۔

صفحہ ۱۳۲ پر لکھتا ہے:۔

"غالب گمان یہ ہے کہ لذت پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے مذہبی عقائد پر حملہ آور ہو رہے ہیں نوجوانوں کی فطری مدد کی ہے، جب نوجوان نے یہ محسوس کیا کہ سائنس ان کی لذتوں کو برا خیال کرتا ہے تو انھوں نے بھی سائنس کی درستی مذہب کی برائی کے لئے ہتھیار ڈھونڈ نکالے" ٹہ

انحرافات مغرب کے ذمہ دار

مغرب میں انحرافات سے دوچار ہوا اگرچہ اس کے مادی اسباب و عوامل پہلے سے موجود تھے اور یہ اجتماعی، اقتصادی اور نظریاتی عوامل ایک جگہ یہ سخت ترین عوامل تھے جو نظریہ ڈارون اور صنعتی انقلاب کی شکل میں سامنے آئے مگر پھر بھی قوم میں اخلاق کی بالکلیہ تباہی ان عوامل کا نتیجہ نہ تھی۔

اس تباہی میں مارکس، ڈرکایم اور بالخصوص فرائڈ کا سب سے زیادہ حصہ ہے، انھوں نے اپنے گمراہ کن افکار و نظریات کے ثبوت میں علمی دلائل کا سہارا لیا اور انہیں مزین کر کے عوام کے سامنے پیش کیا، مارکس اور ڈرکایم سے صرف نظر کر کے ہم اس وقت صرف افکار فرائڈ سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان افکار کی زد براہ راست اخلاق پر پڑتی ہے اور فرائڈ نے بلا خوف تردید جنسی آزادی کا سبق پڑھا کر اخلاق و مذہب سے لوگوں کو دور کر دیا ہے۔

فرائڈ کے خیالات زندگی

فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبات احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرا واخذھم

لہ التطور والثبات فی حیاۃ البشریۃ

ٹہ حوالہ بالا [illegible]

الربوٰ وقد نهوا عنه واكلهم اموال الناس بالباطل واعتدنا للكافرين منهم عذابا اليما۔

ترجمہ: غرض ان یہودی بن جانے والوں کے اسی ظالمانہ رویے کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور سود لیتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یعنی وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ خود اللہ کے راستے سے منحرف ہیں، بلکہ اس قدر بیباک مجرم بن چکے ہیں کہ دنیا میں خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے جو تحریک بھی اٹھتی ہے اکثر اس کے پیچھے یہودی دماغ اور یہودی سرمایہ ہی کام کرتا نظر آتا ہے۔ انسانیت کو بہکانے اور راہ راست سے ہٹانے میں یہی لوگ پیش پیش رہتے ہیں ——— اور راہ حق کی طرف بلانے کے لئے جو تحریک بھی شروع ہوتی ہے اکثر اس کے مقابلے میں یہودی ہی سب سے بڑھ کر مزاحم بنتے ہیں درانحالیکہ یہ کمبخت کتاب اللہ کے حامل اور انبیاء کے وارث ہیں۔ ان کا تازہ ترین جرم یہ اشتراکی تحریک ہے جسے یہودی دماغ نے اختراع کیا اور یہودی رہنمائی ہی نے اسے پروان چڑھایا۔ ان نام نہاد اہل کتاب کے نصیب میں یہ جرم بھی مقدر تھا کہ دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جو نظام زندگی اور نظام حکومت خدا کے صریح انکار پر، خدا سے کھلم کھلا دشمنی پر، خدا پرستی کو مٹا دینے کے علی الاعلان عزم و ارادہ پر تعمیر کیا گیا، اس کے موجد و مخترع اور بانی و سربراہ کار موسیٰ علیہ السلام کے نام لیوا ہوں۔

اشتراکیت کے بعد دور جدید میں گمراہی کا دوسرا بڑا ستون فرائڈ کا فلسفہ ہے اور لطف یہ ہے کہ وہ بھی بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد ہے۔

سگمنڈ فرائڈ (SIGMUND FREUD 1859-1939ء)

آسٹریا کا یہودی الاصل باشندہ فریبرگ میں پیدا ہوا، نازیوں نے جب ۱۹۳۸ء میں آسٹریا کا الحاق کر لیا تو اس نے انگلستان میں پناہ لی۔ ۱۸۸۱ء میں ویانا یونیورسٹی سے طب کی ڈگری حاصل کی اور وہیں طبابت کا پیشہ اختیار کر لیا۔ ۱۸۸۵ء تک پیرس میں رہ کر اس نے شارکٹ (CHORACT) کے طریق علاج کا مطالعہ کیا، ویانا واپس آ کر اس نے ڈاکٹر جوزف بریور سے ایک اور طریق علاج سیکھا۔ ۱۸۹۵ء میں اس نے تحلیل ذات (SELF ANALYSIS) کے طریق پر اپنے ہی لاشعور کی طاقتوں کا تجزیہ کرنا شروع کیا اور اپنے ہی خوابوں کی تحلیل و تعبیر بھی۔ اس زمانے میں اس نے اپنے زیر علاج مریضوں کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات کی بنا پر انسانی شخصیت کے بارے میں ایک جدید نظریے کی داغ بیل ڈالی۔

۱۹۰۰ء میں اس کی کتاب تعبیر خواب (INTERPRETATOIN OF DREAMS) شائع ہوئی، ۱۹۰۴ء میں اس کی کتاب روزمرہ زندگی کی نفسیات THE PSYCHOLOGY OF EVERY DAY LIFE شائع ہوئی جس نے جدید و قدیم دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ فرائڈ جدید علم نفسیات کا بانی اور تحلیل نفسی کا موجد ہے[1]۔

یہودیت کی تذلیل اور اس کا غلط رد عمل

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ فرائڈ یہودی الاصل تھا اور یہودی تمام دنیا میں بالعموم اور مسیحی دنیا میں بالخصوص ایک ناپسندیدہ اور مجبور اقلیت بنے ہوئے تھے۔ ... حکایات میں جب تک یہودی رہے تمام انسانی حقوق سے مستفید ہوتے رہتے، ہر قسم کی جائز و ناجائز اقتصادی سرگرمیاں

---

۱ یہودیت و نصرانیت ص ۳۰

۲ اسلام اور جدید مادی افکار، حاشیہ ص ۳۴

میں بلا روک ٹوک لگے رہے، مگر مسیحی دنیا میں صورت حال مختلف تھی، وہاں انھیں خوب خوب رسوا کیا گیا، سزائیں دی گئیں اور بلا جھجک علانیہ تحقیر کی گئی بھی انھیں انسانی حقوق تک نہ دیے گئے، مگر عہدِ جدید میں انھوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا جانا تو ان کی ساری ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ ہوگئیں، ان کی ہر طرح مدد کی گئی اور انھیں ہر قسم کی طاقت بہم پہونچائی گئی تاکہ وہ عالم اسلامی پر مسلط ہو جائیں اور اس طرح عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو موخر کیا جاسکے اور یہ سارا کام اسلام دشمن صلیبی جذبے کے تحت کیا گیا اور باوجودیکہ اہل مغرب مسیحیت سے بالکل دست بردار ہوچکے ہیں، مگر ان میں اسلام دشمنی کے جذبات آج تک سرد نہیں ہوسکے[1] دورِ جدید میں کہ اسرائیل کے ساتھ امریکہ کی دلچسپی کتنی بڑھی ہوئی ہے اس کو جاننے کے لئے آپ اس رویے پر ایک نگاہ ڈالیں جو جون ۱۹۶۷ء کے موقع پر اس نے اختیار کیا تھا۔ جنگ سے ایک ہفتہ پہلے امریکی فوج کے جائنٹ چیفس آف اسٹاف کے صدر جنرل وہیلر نے صدر جانسن کو اطمینان دلایا تھا کہ اگر اسرائیل بڑھ کر پہلے ایک کامیاب ہوائی حملہ کردے تو پھر زیادہ سے زیادہ تین چار دن کے اندر وہ عربوں کو مار لے گا لیکن اس رپورٹ پر بھی جانسن صاحب پوری طرح مطمئن نہ ہوسکے اور انھوں نے سی آئی اے سے انٹیلیجنس رپورٹ طلب کی، جب اس نے بھی وہیلر کے اندازوں کی توثیق کی تو جانسن صاحب نے روس سے رجوع کیا اور یہ اطمینان حاصل کیا کہ وہ عربوں کی مدد کے لئے کوئی مداخلت نہ کرے گا اس کے بعد کہیں جاکر اسرائیل پر وحی نازل ہوئی کہ اب عرب ملکوں پر حملہ کر دینے کا مناسب وقت آگیا ہے، اس پر بھی امریکہ کا چھٹا بحری بیڑا مصر و اسرائیل کے ساحل کے قریب اپنی پوری طاقت کے ساتھ مستعد کھڑا تھا تاکہ بوقتِ ضرورت کام آسکے

انگریزوں کی اسرائیل نوازی کا عالم یہ تھا کہ ان کا ایک طیارہ بردار بحری جہاز مالٹا میں اور دوسرا عدن میں ایک منٹ کے نوٹس پر اسرائیل کی مدد کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا، جنگ کے بعد لندن سنڈے ٹائمز نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام تھا THE HOLY WAR JUNE 1967 اس کا جو باب بیت المقدس پر یہودی قبضے کے بیان میں ہے اس کا عنوان رکھا گیا ہے۔ BACK AFTER 896 YEARS یعنی "۸۹۶ برس کے بعد واپسی" اب یہ ظاہر ہے کہ ۸۹۶ سال پہلے بیت المقدس پر صلیبی عیسائیوں کا قبضہ تھا نہ کہ یہودیوں کا، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ انگریزوں کی ہمدردی میں صلیبی جذبہ کام کر رہا تھا اور اس جنگ کو وہ صلیبی جنگوں کا ہی ایک حصہ سمجھتے تھے[2]

لیکن مسیحیوں کی یہودیوں سے ہمدردی و غمخواری کا سبب کوئی انسانی جذبہ نہیں بلکہ مسیحیوں کے اپنے مکروہ مفادات اس کے پس پشت کام کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ابھی امریکہ میں بعض مقامات پر یہ بورڈ لگے ہوئے ہیں "کتوں اور یہودیوں کا داخلہ ممنوع ہے"

یہودی سرمایہ دار جو دوسری عالمی جنگ سے پہلے جرمنی اور دوسرے یوروپی ممالک کی معاشیات پر پوری طرح قابض ہو گئے تھے، ہٹلر نے اس کا بغور مطالعہ کیا تو اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ یہودیوں کے اقتصادی غلبہ کی وجہ سود ہے، اگر سود کو قانونی طور پر ناجائز قرار دے دیا جائے تو یہودی سرمایہ داری بالکل ختم ہو جائے گی، مگر اس کا بڑھا ہوا انتقامی جنون اقتصادی حل کے بجائے اسے فوجی حل کی طرف لے گیا اور اس نے نہ صرف جرمنی بلکہ سارے یوروپ سے یہودیوں کے استیصال کے لئے تاریخ کی ہولناک ترین جنگ چھیڑ دی، دوسری عالمی جنگ کے بعد بچے کھچے یہودی امریکہ پہونچ گئے، پچھلے تیس برس میں اس قوم نے امریکہ کے سودی اداروں کو اپنے ہاتھ میں لے کر امریکہ کے

---

[1] اسلام دوراہے پر، لیوپولڈ ویس۔ [2] یہودیت و نصرانیت ص ۳۰۴-۳۰۵

اقتصادیات پر دوبارہ اسی طرح قبضہ کر لیا ہے، جس طرح اس سے پہلے یورپ کی اقتصادیات پر قبضہ کیا تھا۔ چنانچہ نازی جرمنی کی طرح امریکہ میں بھی ان کے خلاف نفرت کا آغاز ہو چکا تھا، حتیٰ کہ مبصرین پیشین گوئی کر رہے ہیں کہ عجب نہیں کہ مستقبل میں امریکہ میں بھی ان کے خلاف کوئی ہٹلر پیدا ہو جائے۔[1]

مسیحی دنیا کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی مسیحی کسی یہودی سے قرض لیتا تو ہاتھ سے نہ لیتا بلکہ یہودی کو اچھوت کی طرح دور کھڑا کر دیتا اور اسے حکم دیتا "روپیہ رکھ دے اور فوراً اے سور میری نظروں سے دور ہو جا" جب یہودی دور چلا جاتا تو مسیحی سردار آگے بڑھ کر وہ رقم اٹھا لیتا جو اس نے یہودی سے قرض لی ہوتی۔

قدیم و جدید ادب اس قسم کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے جو انگریزوں کی یہودیوں سے شدید نفرت کا پتہ دیتی ہیں اور جن سے ان کی حقارت اور کراہت کا اظہار ہوتا ہے جیسے کہ ناول — "SCARLET PIMPERNAL" اور شیکسپیئر کا ڈرامہ MERCHANTOFIENICE وغیرہ۔[2]

یہ وہ چیزیں تھیں جسے یہودی ذہن فراموش نہ کر سکا، چنانچہ جب ڈارون کی کتاب "اصل الانواع" شائع ہوئی جس میں انسانی تصویر بندر کی صورت میں دکھائی گئی تو اسے بھی یہودیوں نے اپنی فتح سمجھا اور بنائے یہود کے تنظیم عمل — THE PRO TOCOLS OF THE LEARNED JEWS میں واضح طور پر کہا گیا کہ "ڈارون اگرچہ یہودی نہیں ہے مگر ہم اس کے نظریات کو دنیا میں پھیلانے پر اشاعت کر کے ہم مسیحی مذہب کی تباہی کا کام لے سکتے ہیں۔"

اسی کتاب کے دوسرے صفحہ پر رقم ہے:۔

"اگر ہم یہودی ہر مقام پر اخلاقی انحطاط کی کوشش کرتے رہیں تو ہمارا غلبہ آسان ہو جائے گا فرائڈ ہم میں سے ہے اور وہ جنسی تعلقات کو علانیہ پیش کرتا رہے گا، تاکہ نوجوان نسل کی نظر میں کوئی شے مقدس نہ رہے اور وہ اپنی جنسی بھوک مٹانے میں لگ جائے، یہی طریقہ اخلاق کے زوال کا ہے۔

یہودیوں کے بارے میں عام طور سے مشہور ہے کہ وہ مفاد پرست اور حرص و ہوس کے غلام ہوتے ہیں، اپنے مفاد کے لئے پوری اجتماعیت کو قربان کر دیتے ہیں، ان کے نزدیک اقدار عالیہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، وہ معمولی کو معمولی فائدہ کی خاطر خسیس ترین حرکتیں کرنے سے نہیں چوکتے تجارت، ذخیرہ اندوزی اور احتکار میں ان کی مثال بیان کی جاتی ہے۔

انتقام! انتقام! انتقام!

ظاہر ہے کہ فرائڈ بچپن سے یہ تمام باتیں سنتا آ رہا تھا اور یہودیوں پر جبر و ظلم کی داستانیں اس کے احساسات پر اثر انداز ہو رہی تھیں کیونکہ وہ خود یہودی گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور یہودیوں پر اٹھنے والی حقارت آمیز نظریں خود اسے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں، یہی احساسات اس کے لاشعور میں مرتکز ہو گئے اور اس کے لاشعور نے مسیحی ظالم و جابر لوگوں سے معقول اور بظاہر بے ضرر سا انتقام لے لیا۔

اس نے اپنا اور تمام یہودیوں کا انتقام لیتے ہوئے کہا:۔

اے لوگو! تم ہمارے بارے میں کہتے
ہو کہ ہم اپنی جبلتوں کی خاطر زندہ ہیں، ہم
مفاد پرست ہیں اور ہم اخلاقی اقدار کے
منکر ہیں، تم بتاؤ، تم کیا ہو؟ آؤ میں تمہیں

۱۔ الرسالہ فروری ۱۹۸۲ء ۲۔ التطور والثبات فی حیاة البشر

ایسا آئینہ جہاں تم دکھاؤں جس میں تمھارے نفس کی گہرائیاں تک سامنے آجائیں گی اور تمھارے لاشعور کی تاریک تہیں بھی روشن ہوجائیں گی، دیکھو! تم بھی یہودیوں جیسے ہو تم بھی اپنی جبلتوں کی تکمیل کی خاطر زندہ ہو، تمھارا بھی کوئی ضمیر نہیں ہے، تم بھی اخلاق سے تہی داماں ہو، تم بھی معنوی قدروں سے بیزار ہو — جو بھیانک اور بدنما تصویر تم نے یہودیوں کی تیار کی ہے، وہ تمھاری اپنی ہی تصویر ہے، یہودیوں کو کیا کہتے ہو، ساری انسانیت ہمیشہ سے گندگیوں میں لتھڑی چلی آرہی ہے اور یہ تصویر صرف ہماری نہیں ساری انسانیت کی تصویر ہے[1]۔"

اس طرح فرائڈ نے لاشعوری طور پر ساری انسانیت کو گندگیوں میں لتھیڑ کر یہودیوں کے مماثل ٹھہرادیا اور ساری خرابیاں جو یہودیت کے ساتھ خاص تھیں ساری انسانیت کے دامن میں الٹ دیں، اس طرح اس نے پوری یہودی قوم کی طرف سے زبردست انتقام لیا، ایسا انتقام جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ فکر وعمل کے زاویے بدل کر، اخلاق وکردار کے معیار بدل کر اور شرافت وفضیلت کی کسوٹی تبدیل کرکے اس نے پوری دنیا سے اپنی توہینوں کا بدلہ لیا۔

(باقی آئندہ)

"کسی مسلمان کے ساتھ چال نہ کھیلو کہ اللہ تمھارے دل میں نفاق پیدا کردے گا، نہ کسی سے حسد کرو، نہ کسی کی غیبت کرو، ورنہ تمھاری ساری نیکیاں اکارت جائیں گی۔"

(امام سفیان ثوریؒ)

---

[1] الاسلام والحضارۃ

بکھرے ہوئے موتی

چنیدہ:- اظہار احمد فلاحی

"دنیا ایک فرومایہ شے ہے اور ہر اس فرومایہ کی طرف مائل ہوتی ہے، جو حق کے بغیر اور بے جا طریقوں سے حاصل کرتا اور بے محل اڑا دیتا ہے۔"

"ظلم کے علمبرداروں کو جب بھی دیکھو، ان کے مظالم سے دلی نفرت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اچھے اعمال برباد ہوجائیں۔" (سعید بن مسیبؒ)

"ہر اس عمل کو ترک کردو جس کی بنا پر موت سے خوف آتا ہو پھر جب مروگے تو موت تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔"

"لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ باتیں تو بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں مگر عمل کے قریب نہیں پھٹکتے۔"

"دنیا کی جو شے جاتی رہے وہ خواب وخیال ہے اور جو باقی رہ جائے وہ آرزو ہے۔"

"بہترین خصلت جس کی تمنا ایک صاحب ایمان کو کرنی چاہئے یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اپنے نفس سے ڈرے اور ہر مسلمان کے لئے امید گاہ بن جائے۔" (ابوحازم)

"جس وعظ کا مقصود رضائے الٰہی نہیں ہوتا وہ دلوں کو متاثر کئے بغیر اس طرح پھسل جاتا ہے، جس طرح پانی سخت پتھر سے۔"

"رات کی نماز میں جو لوگ جتنا طویل قیام کریں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اتنا ہی ان کے قیام کو ہلکا کردے گا۔"

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:-

"اور رات کے وقت بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئیے اور طویل رات تک اس کی پاکیزگی بیان کیجئے، یہ لوگ تو جلد ملنے والی (عاجلہ) کو پسند کرتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔"

(ابوعمرو اوزاعیؒ)

اکابرینِ ملّت کے نام کھلا خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب! سلام و تحیات۔

ایک مراسلہ جو اکابرینِ ملت اور علمائے کرام کے نام کھلا خط ہے روانہ کر رہا ہوں اپنے اخبار میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں، واضح رہے کہ اس خط کی نقل ملت کی تمام جماعتوں کے قائدین، علمائے کرام اور دانشور حضرات کے نام علیحدہ سے بذریعہ پوسٹ روانہ کیا جا چکا ہے۔

والسلام
طالب دعا

ممتاز علی (معاون صدر ایس آئی ایم آف انڈیا)
شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ

محترمی و مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔

یہ مراسلہ آپ کی خدمت میں ملت کے طلبا اور نوجوانوں کے چند اہم مسائل کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانے کے لئے لکھا جا رہا ہے، امید ہے کہ آپ کی نوازشات و توجہات سے محرومی نہ ہوگی۔

مکرمی! یہ بات محتاج تشریح نہیں کہ آزادی کے بعد سے ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل دو چند ہی ہوتے رہے ہیں اور کوئی مسئلہ اطمینان بخش طریقے پر آج تک حل نہ ہو سکا، حالانکہ تمام ملی قائدین، علمائے کرام و دانشور حضرات کی انفرادی و اجتماعی قوت ان مسائل میں صرف ہوتی رہی، لیکن سب سے اہم اور قابل ذکر مسئلہ موجودہ دور میں نئی نسل کا ہے جس کی طرف مسلم دینی جماعتوں، مخلص رہنماؤں اور اصلاحی اداروں و جماعتوں کی توجہ صفر کے برابر ہی ہے، واقعہ یہ ہے کہ نئی نسل اپنے عظیم ترین گراں قدر سرمایہ سے دور، اخلاقی اقدار سے خالی نیز بلند و دقیق یقین سے عاری ہونے کی وجہ سے اسلام دشمن سیاسی تنظیموں، رفاہی اداروں کے جال میں بآسانی پھنس جاتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جماعتی اختلافات و مخاصمات قیادت کے فقدان نے نئی نسل میں ذہنی انتشار اور فکری افراتفری برپا کر دی ہے جس کی وجہ سے نوجوان

طلبہ اور ملت کے ہونہار فرزند اس فتنے سے بہار کی طرح ادھر سے ادھر گھسیٹے جاتے ہیں، وہ اسلامی تہذیب و ثقافت سے ناواقفیت، حقیقی و اعلیٰ مقصد وجود سے ناآشنائی کی وجہ سے مسلسل احساس کمتری میں مبتلا ہیں، مقابلے سے گریز حق کو اپنانے میں تامل ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے، یہ وہ سنگین صورت حال اور منفی انداز فکر ہے جس سے انسانیت کا نجات دہندہ و مستقبل کا قائد طبقہ دوچار ہے۔

محترمی! حالات اس سے بھی زیادہ سنگین ہیں جتنا قلم نے تحریر کیا، چنانچہ حالات کا تقاضا ہے کہ مسلم نوجوان اور طلبہ کے مسائل پر خصوصی توجہ دی جائے، انھیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائے، اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زندگی کو اسلامی اصولوں پر ڈھالنے اور اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کے لئے منظم کیا جائے تاکہ ہندوستان بھر کے طلبہ و نوجوان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسلام اور انسانیت ہی کے لئے متحد کرکے اسلام و انسانیت کے دشمن اداروں کے پرفریب نعروں کا شکار ہونے سے بچایا جاسکے لیکن اس کام کے لئے مسلسل اور مخلصانہ تگ و دو کی ضرورت ہے۔

گرامی قدر! یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود آپ کی ملت کے سنجیدہ، باشعور حساس نوجوانوں کو اس بات کا گہرا احساس ہے کہ جب تک وہ خود غفلت کی نیند سے بیدار نہ ہوں گے اور آگے نہیں بڑھیں گے، صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ نہ صرف انھیں اپنی عظیم ملت اور اس کے نوجوانوں کے مسائل حل کرنے ہیں بلکہ "کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاس" کے تحت انھیں ملک کے دیگر طلبہ و نوجوان کو بھی اخلاقی قیادت بھی فراہم کرنا ہے اور انھیں دنیا کی تنگ دامانیوں سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں لے جانا ہے، چنانچہ مستقبل کی سنگینی کا احساس کرکے چند باشعور طلبہ اور نوجوانوں نے خالص اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اور اسی کی بنیاد پر طلبہ اور نوجوانوں پر مشتمل ایک تنظیم "اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ آف انڈیا" کی داغ بیل ڈالی جو تقریباً ۲۸ ماہ قبل وجود میں آئی ہے اور جسے خدا کے فضل سے اب تک کی قلیل مدت میں ہندوستان کے مختلف صوبوں بیشتر یونیورسٹیوں اور دینی اداروں میں اپنی شاخیں قائم کرنے اور اسلامی طرز کے پروگرام چلانے میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے چنانچہ اس وقت تک ملک کی ۱۲ ریاستوں میں اس کی یونٹیں قائم ہو چکی ہیں اور ہزاروں طلبہ اور نوجوان اتحاد اسلامی کی اس آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں اس تنظیم سے وابستہ کارکنوں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ جہاں اپنے آپ کو دینی علوم سے آراستہ کر رہے ہیں، وہیں جدید سائنسی علوم میں بھی دسترس حاصل کر رہے ہیں، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم اسلامی تعلیمات اور جدید سائنسی علوم سے اپنے آپ کو آراستہ نہیں کریں گے کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے، چنانچہ ملک کی اہم ترین یونیورسٹیوں اور سائنسی انسٹی ٹیوٹ میں اس کے کارکن موجود ہیں، اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ تنظیم اپنے آپ کو ملت کی کسی ایک مخصوص جماعت و تحریک سے وابستہ نہیں کرنا چاہتی بلکہ اس کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس تنظیم کو پوری ملت کا مشترکہ ہراول دستہ بنا دیا جائے تاکہ ملک کے تمام نوجوان ہر طرح کی عصبیت سے بالاتر ہو کر کلمہ کی بنیاد پر صرف اور صرف اسلام کے غلبہ اور اس کی سربلندی کے لئے جدوجہد کریں اور متحد و متفق ہوں، اس موقع پر جبکہ ساری دنیا میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی ایک لہر دوڑ رہی ہے اور اسلام ایک طاقت بن کر ابھر رہا ہے، ہم اپنی ملت کے تمام جماعتوں کے قائدین، علمائے کرام اور دانشور حضرات کو پوری دلسوزی اور عاجزی کے ساتھ آواز دیتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری تائید اور پشت پناہی کریں، ہمیں اپنے

بزرگوں سے پوری توقع ہے کہ اسلام کے لئے طلبہ و نوجوانوں کو منظم و متحد کرنے والی اس واحد کل ہند تنظیم کی تائید و حمایت کریں گے اور اپنے مخلصانہ مشوروں و مدبرانہ خیالات سے اسے کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے تاکہ موجودہ حالات میں یہ تنظیم ایک مؤثر اور مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔ ایس آئی ایم اپنی زندگی کے ۲۸ ماہ مکمل کرنے کے بعد اپنی پچھلی کارکردگی کا جائزہ لینے اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنے کے لئے ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد کر رہی ہے جو انشاء اللہ ۱۹ تا ۲۱ اکتوبر ۷۹ء کو ناگپور (مہاراشٹر) میں منعقد ہوگی جس میں ملک کی تمام ریاستوں سے طلبہ اور نوجوان شرکت کر رہے ہیں۔

ہمیں قوی امید ہے کہ ہمارے بزرگ ہمارے انداز فکر و طریق عمل سے اتفاق کریں گے اور اپنی بھرپور حمایت و تعاون کا یقین دلائیں گے اور اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعاون فرمائیں گے۔

والسلام

طالب دعا

ممتاز علی

معاون صدر ایس آئی ایم آف انڈیا

نوشاد مارکیٹ، علی گڑھ

۱-۶-۲۰

صفحہ ۳۱ کا بقیہ

ارسال خدمت ہیں امید کہ مفید ثابت ہوں گے :-

(۱) مولانا جلیل احسن ندوی کا انٹرویو تشنہ ہے، ابھی ان کی زندگی کے بہت سے اہم گوشے اجاگر نہیں ہو سکے ہیں دوسرے انٹرویو میں انھیں اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔

مولانا محترم ایک بہترین و ممتاز مفسر قرآن کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں، قرآن کی پیچیدہ و مشکل آیات کا مولانا سے مطلب معلوم کر کے ان کی تحقیق و تدقیق سے قارئین کو بھی فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا جائے۔

(۲) مولانا وحیدالدین خاں ان دنوں اسلام اور تحریک اسلامی کے خلاف بے بنیاد اعتراضات اور شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں ضرورت ہے کہ ان کا ازالہ کیا جائے اور ان کی تحریروں کا بھی نوٹس لیا جائے۔

(۳) کتابت اور طباعت کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کیجئے۔

(۴) عالم اسلام میں چلنے والی اسلامی تحریکوں کے سلسلے میں مضامین شائع کئے جائیں، اس سلسلے میں عربی اخبارات و جرائد اور مغربی ملکوں کے ماہناموں اور ہفت روزوں سے نیز ان تحریکوں کے آرگن سے کافی کام لیا جا سکتا ہے۔

(۵) ٹائٹل کو زیادہ سے زیادہ پرکشش اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کیجئے۔

حیات نو کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے اس لحاظ سے اس کا معیار بڑھتا رہنا چاہئے۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام

ظفر احمد الاثری

مکرمی ایڈیٹر صاحب! آداب و تسلیمات

حیات نو کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا، مضامین کافی پسند آئے میں دو مشورے ارسال کر رہا ہوں اگر قابل قبول ہوں تو مجھے خوشی ہوگی

(۱) میں نے مولانا جلیل احسن صاحب کی نشستوں سے کافی فائدہ اٹھایا ہے، اگر ہر شمارہ میں ان کی عصری مجالس کی روداد آ جایا کرے تو قارئین کے لئے بہت سود مند ثابت ہو، ان مجالس میں قرآن کی گتھیاں بھی حل کی جاتی ہیں، بحر و سیاست کی ***

جو لعاب کشائی بھی ہوتی ہے، عالم اسلام کے حالات پر تبصرہ بھی ہوتا ہے اور سیر و آگہی چٹکلے اور لطیفے بھی، مجھے امید ہے کہ یہ سلسلہ بڑا دلچسپ رہے گا۔

(۲) حیات نو کو آزاد ہونا چاہئے جامعہ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو مولانا اور تحریک اصلاحی کی سرپرستی میں یہ پرچہ کافی ترقی کرے گا لیکن رسالہ میں مولانا کا نام آ جانے کی وجہ سے جامعہ پر بھی آنچ آ سکتی ہے نیز بیباک تنقید اور آزاد تحریر جامعہ کے مفادات کو مجروح کر سکتی ہیں اس لئے اگر رسالہ میں مولانا کا نام نہ چھپے تو زیادہ فائدہ مند ہوگا۔ والسلام

ایک گمنام رفیق ۔ نو گڑھ بستی

ہم اپنے ایک لاکھ شہیدوں ساٹھ ہزار قیدیوں اور در بدر ٹھوکریں کھانے والے دو لاکھ مہاجروں کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں

افغانستان میں سویا ہوا شیر پوری طرح بیدار ہو چکا ہے

ترہ کی حکومت سے افغان مجاہدین کی مفاہمت ناممکن ہے

افغان مجاہدین کے دو سالاروں سے زندگی لاہور کے نمائندہ کا انٹرویو

گزشتہ برس افغان مجاہدین نے سخت بے سروسامانی کے عالم میں جہاد کا علم بلند کیا تھا، ان کی غیر منظم اور منتشر قوت سے کسی معجزے کی امید نہ تھی، لیکن ان کے ایمان اور صبر و استقامت نے ناممکن کو ممکن بنا ڈالا، ان کی جرأتوں نے روس اور کابل کی سرخ فوجوں کے چھکے چھڑا دیے ہیں اور آج کامریڈ ترہ کی کا عملی اقتدار افغانستان کے نصف سے بھی کم حصے پر باقی رہ گیا ہے اور یہ نام نہاد اقتدار بھی ٹینکوں، توپوں اور بموں کے زور پر قائم ہے، ورنہ کابل کی فوجی بارکوں میں پناہ گزیں ترہ کی کو بھی اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا راج چند دنوں کا مہمان ہے۔ اس حقیقت سے روسی حکمران بھی لاعلم نہیں، مگر وہ جانتے ہیں کہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے اور افغان عوام کی مسلح مزاحمت کے سامنے سر جھکا دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ روس کابل میں اپنے ان مٹھی بھر پیادوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے جنھیں اس نے گزشتہ ربع صدی میں اپنے کالجوں اور چھاؤنیوں میں وطن فروشی کی تربیت دی ہے۔ خلق پارٹی کے تین چار ہزار ارکان کو مشتعل مجاہدین کے رحم و کرم پر چھوڑ جانے سے نہ صرف روس کا بحر ہند کے گرم پانیوں تک پہنچ جانے کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے، بلکہ خود اس کے مقبوضہ مسلم علاقوں ازبکستان اور ترکستان میں حریت کی تحریکوں کا احیاء ہو جائے گا جو بالآخر روس کی تباہی پر منتج ہو سکتا ہے۔

مجاہدین کے زبردست "خطرے" کے پیش نظر روس افغانستان میں نئی پیش بندیوں میں مصروف ہے، وہ ہر قیمت پر مجاہدین کی قوت کو کچلنا یا کم از کم منتشر کر دینا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے چاہے اسے نئے مہروں کو آگے بڑھانا پڑے

یہ حقیقت ہے کہ فتح کابل آخر تک ہے وہ دریغ نہ کرے گا تیر و دستبرد اور مہاجروں کے اس ماحول میں مجاہدین کی پیش قدمی جاری ہے وہ خطروں اور خدشات پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اپنی قسمت کو خود بدلنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ ان کے حوصلے اور دعوے کہتے ہیں کہ افغانستان میں روس اور اس کے ایجنٹوں کا مستقبل تاریک ہے۔ حالات نے انھیں تنظیم اور وحدت کا شعور دے دیا ہے۔ وہ افغانستان کے کوہستانی اور دشوار گذار دروں میں برسوں گوریلا جنگ لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس ہفتے ہم نے اس موضوع پر افغانستان کی دو حریت پسند تحریکوں کی دو اہم شخصیات سے گفتگو کی ہے۔ حزب اسلامی کے فوجی شعبے کے سربراہ قاضی محمد امین اور جمعیت اسلامی کے ایک کمانڈر محمد رحیم خان نے افغانستان کی تازہ ترین صورتحال کے پیش نظر حقائق کی نقاب کشائی کی ہے۔ یہ گفتگو پیش خدمت ہے

قاضی محمد امین سے ملاقات

قاضی صاحب کابل یونیورسٹی میں اسلامی فیکلٹی کے استاذ رہ چکے ہیں اور دس بارہ برس سے اسلامی تنظیموں سے منسلک ہیں۔ حزب اسلامی افغانستان کے فوجی شعبے کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے انھیں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ان کی باتوں میں ایک فوجی مدبر کی بصیرت اور سپاہی کی جرأت دونوں موجود ہیں۔ نامساعد زندگی نے ان سے ان کے [illegible]

س:- قاضی صاحب! حزب اسلامی کے فوجی شعبے کے نگران کی حیثیت سے آپ کو تو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ افغانستان میں جنگ کی صحیح صورت حال کیا ہے؟

ج:- مشرق کے صوبوں کی بات چھوڑئیے جہاں ترہ کی افسر کا نام و نشان مٹ گیا ہے۔ اب تو مجاہدین کے دستے چاروں طرف سے کابل کا گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ کابل کے جنوب مغرب میں وردک، شمال میں بامیان اور مشرق میں ہزارہ جات۔ ان تمام صوبوں میں شدید جنگ جاری ہے۔

س:- کیا یہ درست ہے کہ روسی حکومت طویل جنگ ... برداشت

ہو کر مزاحمت پر آمادہ ہے۔ کیا اس کا کوئی امکان ہے؟

ج:- حق اور باطل میں صلح کیسے ہو سکتی ہے۔ مصالحت کا کوئی امکان نہیں۔ ہم ایک لاکھ شہیدوں کو کیسے بھلا سکتے ہیں جو ترہ کی کے خونیں انقلاب کی بھینٹ چڑھ گئے۔ پھر ہم اپنے ساٹھ ہزار قیدیوں اور دو لاکھ در بدر بھٹکنے والے مہاجرین کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں۔ پٹھان تو ایک خون ناحق کے بدلے صدیوں تک جنگ لڑتا ہے۔ ہم اپنے قاتلوں کو کیسے معاف کر دیں گے

س:- کابل ریڈیو اور روس کے پریس کے مطابق افغانستان میں زبردست اصلاحات ہو رہی ہیں۔ بے زمین کسانوں میں زمینیں بانٹی جا رہی ہیں اور معاشی میدان میں انقلاب آ گیا ہے یہ پروپیگنڈا کہاں تک درست ہے؟

ج:- اگر اس پروپیگنڈے میں کچھ حقیقت ہوتی تو کابل اور دوسرے شہروں میں راتوں کو مسلسل کرفیو کا راج نہ ہوتا اور دن کے وقت آدھے بازار بند نہ رہتے۔ ایران اور پاکستان میں مہاجرین کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ اللہ ترہ کی فوجی چھاؤنیوں میں بیٹھے ہیں اور پولیس شکاری کتوں کی طرح انسانوں کی بو سونگھتی پھر رہی ہے۔ آخر ان اصلاحات کا فائدہ کسے پہنچایا جا رہا ہے؟

س:- یہ بات کہاں تک صحیح ہے کہ اسلحے کی کمی اور غلے کے شدید قحط نے مجاہدین کی پیش قدمی روک رکھی ہے۔

ج:- جہاں تک اسلحے کی کمی کا مسئلہ ہے ہم نے بڑی حد تک اس پر قابو پا لیا ہے۔ افغان فوج کے اسلحہ خانوں تک ہماری رسائی ہو گئی ہے۔ لیکن غلے کا بحران یقیناً ہے۔ دراصل یہ افغانستان میں بھی اور پاکستان میں بھی یہ مسئلہ باعث پریشانی ہے۔ پاکستانی حکومت سے ہمیں بہت امیدیں تھیں لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ پاکستان کو اقوام متحدہ سے مہاجرین کے لئے جو امداد مل رہی ہیں اس کا بھی محض چند فی صد حصہ مہاجرین تک پہنچتا ہے۔

س:- موجودہ حالات اور وسائل کے ساتھ آپ کتنا عرصہ ترہ کی کے خلاف جنگ جاری رکھ سکتے ہیں؟

ج :- مشکلات اور مسائل کے باوجود یہ بات میں پوری قطعیت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہم اشتراکیوں کے ساتھ طویل جنگ لڑنے کے قابل ہیں۔

س :- کتنی طویل؟

ج :- کئی برس تک۔ اس لئے کہ ہمارا ایمان ہے کہ جب تک ہم خدا کے دین کی خاطر لڑتے رہیں گے کوئی ہمیں مغلوب نہ بنا سکے گا۔

س :- صدر ترہ کی آپ کی جدوجہد کو چند رجعت پسندوں کی تخریب کاری قرار دیتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ انہیں عوام کی حمایت حاصل ہے۔

ج :- اگر صرف تین ہزار خلقی (خلق پارٹی کے ممبران) عوام ہیں اور ایک کروڑ اسی لاکھ مسلمان "عوام" نہیں تو ترہ کی کی منطق درست ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ترہ کی کو پانچ ہزار روسی مشیروں اور خلق پارٹی کے تین ہزار ارکان کے سوا کسی تیسرے گروہ کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ ننانوے فی صد افغان مسلمان ترہ کی کو اپنا بدترین دشمن جانتے ہیں۔

محمد رحیم سے گفتگو

کرنل کے عہدے کے ایک فوجی افسر محمد رحیم جو پچھلے سال تک صوبہ پکتیا کے ایک مقام ستی کنڈاؤ میں ایک بٹالین میں کمانڈنگ افسر کے طور پر متعین تھے، ۱۲۰۰ اپنی پوری بٹالین سمیت جمعیت اسلامی افغانستان کے مجاہدین سے آملے۔ تب سے وہ جمعیت کے کمانڈر کے تحت تحریک اسلامی کے ایک رضاکار کے طور پر ترہ کی کے سرخ لشکروں سے برسرپیکار ہیں۔ محمد رحیم ان سینکڑوں فوجی افسروں میں سے ایک ہیں جنہیں ان کے جذبہ ایمانی نے عہدے اور ملازمت کو لات مار کر مجاہدین کا ساتھ دینے پر مجبور کیا۔ سرخ و سفید رنگت اور اونچی ناک والے کرنل رحیم نے نمائندہ "اردو ڈائجسٹ" سے حسب ذیل گفتگو کی۔

س :- آپ نے فوج کو چھوڑ کر مجاہدین سے آملنے کا مشکل فیصلہ کیونکر کیا۔

ج :- میرے لئے یہ مشکل فیصلہ نہ تھا۔ میں اور میرے ساتھی اشتراکی انقلاب کے روزِ اول ہی خلاف تھے، اس لئے کہ ہم تو صرف اسلامی انقلاب پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمیں دراصل مناسب موقعے کا انتظار تھا۔ جب ہم نے محسوس کیا کہ ہمارے ہم خیالوں کی تعداد مخالفین سے زیادہ ہو چکی ہے تو ہم نے نہایت آسانی سے اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا۔

س :- اس فیصلے کے بعد آپ کو کسی مزاحمت کا سامنا تو نہیں ہوا؟

ج :- ہماری بٹالین میں موجود خلقی افسروں اور جوانوں نے شدید مزاحمت کی جس کے نتیجے میں ۱۳ افسر اور ۵۰ جوان مارے گئے۔

س :- آپ کو اسلامی تحریکوں کے کام اور پروگرام سے وابستہ ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے۔

ج :- افغانستان کے ۹۹ فیصد راسخ العقیدہ مسلمان ذہناً و عملاً کسی نہ کسی اسلامی تحریک سے ضرور وابستہ ہو گئے ہیں۔ اسلام اور آزادی سے محبت ہمارے لہو میں شامل ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ افغانستان کے دو کروڑ مسلمان پیدائشی طور پر انقلابی ہیں۔ الحمد! دنیا کی کوئی طاقت اپنا نظریہ مسلط نہیں کر سکتی۔

س :- ایسی زبردست قوت ہونے کے باوجود مسلمان افغانستان میں کیسے مغلوب ہو گئے؟

ج :- افغانستان میں مسلمانوں کے خلاف جو سازش کی گئی، اس میں دنیا کی ایک سپر پاور اور کئی دوسرے ممالک شامل تھے۔ انہیں یہ موقع ہمارے اندرونی افتراق نے دیا۔ ایک مدت سے ہماری قوم کی جنگجویانہ صلاحیتوں کی آزمائش نہ ہوئی تھی۔ ہماری روح زنگ آلود ہو گئی تھی۔ ہم قومیتوں اور لسانی جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے۔ دشمنوں نے ہماری اس کمزوری کا

فائدہ اٹھایا، لیکن گذشتہ ایک برس کی گوریلا جنگ نے افغان قوم کا رنگ اتار دیا ہے، سویا ہوا شیر پوری طرح بیدار ہو چکا ہے۔

س:- آپ کو معلوم ہے کہ کابل کی موجودہ حکومت کو ایک سپر طاقت کی حمایت حاصل ہے، اتنی منظم قوت اور جدید ہتھیاروں کے مقابلے میں اپنی بے سروسامانی سے آپ کیا امیدیں رکھتے ہیں؟

ج:- ہم بے سروسامان تو ہیں، لیکن ہمارے پاس ایمان کی طاقت تو ہے، ہر صوبے میں جس طرح کی ضرب ہم نے دشمن پر لگائی ہے اس سے اس کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ اب اس طوفان کے سامنے بند باندھنا ممکن نہیں رہا، ایران میں سامراجی شکست کھا چکے ہیں، انشاء اللہ کابل پر بھی ان کا غاصبانہ قبضہ کوئی دن کی بات ہے۔

س:- ایرانی قوم نے تو آیت اللہ خمینی کی قیادت کو تسلیم کر کے متحد ہو کر انقلاب قبول کر لیا تھا، جب کہ آپ کے ہاں کئی پارٹیاں اور تنظیمیں مختلف ناموں اور جھنڈوں کے نیچے مصروف جہاد ہیں، کیا اس بدنظمی کے باوجود آپ اسلامی انقلاب کی امید رکھتے ہیں؟

ج:- تمام پارٹیاں ایک ہی نصب العین کی خاطر لڑ رہی ہیں، اس لئے مجھے یقین ہے کہ بالآخر انہیں ایک ہی جھنڈا اٹھانا پڑے گا۔

س:- کیا وجہ ہے کہ فوج کا ایک بڑا حصہ اب تک ترہ کی کا ساتھ دے رہا ہے۔

ج:- آپ کا یہ تاثر درست نہیں، اصل صورت حال یہ ہے کہ افغانستان کی فوج اور پولیس کی کل تعداد اسی ہزار تھی، ان میں سے کم از کم پچاس ہزار افراد اب فوج کے ساتھ نہیں رہے، ان میں سے بعض کو جبری ریٹائر کر دیا گیا، ایک بہت بڑی تعداد کو بغاوت کے جرم میں جیل بھیج دیا گیا یا گولی سے اڑا دیا گیا، ہزاروں گذشتہ ایک سال کی جنگوں میں کام آ گئے اور خاصی بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو مجاہدین سے آملی ہے، میرے اندازے کے مطابق فوج کا زیادہ سے زیادہ چالیس فی صد حصہ ترہ کی کے ساتھ باقی ہے اور ان کو بھی روسی ایجنٹوں کا زبردست جاسوسی نظام ترہ کی کا ساتھ دینے پر مجبور کئے ہوئے ہے جہاں چھوٹے سے شبہے کی بنا پر لوگوں کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے پہنچا دیا جاتا ہے اور جہاں ہر یونٹ میں روسی مشیر شکاری کتوں کی طرح بو سونگھتے پھرتے ہوں، وہاں فوج کی "وفاداری" کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں، پھر یہ "وفادار" فوج جس طرح ہمارے خلاف لڑتی ہے وہ کسے معلوم نہیں، کئی بار ایسا ہوا ہے کہ سرکاری فوج "حملہ" کرتی ہے اور اپنے اسلحے کے ذخائر پر مجاہدین کو قبضہ دلا کر پسپائی اختیار کر لیتی ہے۔

جامعۃ الفلاح - پورے شعور کے ساتھ اسلام کے نصب العین کی طرف گامزن

(انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کے سالانہ اجلاس کے موقع پر محترم حفیظ میرٹھی نے اپنے یہ بلند خیالات تحریر فرمائے)

جامعۃ الفلاح کے بارے میں عرصہ سے سنتا چلا آرہا تھا خوش قسمتی سے ابنائے قدیم کے جلسہ میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا تو جامعہ کی عمارت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس سے متعلق اساتذہ اور طلبہ سے ملاقات کر کے دلی مسرت ہوئی، اساتذہ کے حوصلوں اور عزائم کا اندازہ ہوا اور طلبہ کے ذوق و شوق اور خلوص کا تجربہ ہوا، سب سے بڑھ کر یہ کہ ان سب کی منزل اسلام ہے اور یہ پورے شعور کے ساتھ اس نصب العین کی طرف بڑھ رہے ہیں، خدا کرے کہ یہ جوش اور جذبہ روز بروز بڑھتا رہے اور ایک دن یہ جامعہ ملک کے ممتاز ترین اسلامی ادارہ کی حیثیت سے جانا پہچانا جائے

دعا گو
حفیظ میرٹھی
۱۴/۱/۷۷ء

دل کی پکار

جماعت اسلامی ہند
بازار مفتی کفایت اللہ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

۱۰؍اگست ۸۹ء

برادر عزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا موقر ماہنامہ "حیاتِ نو" نظر نواز ہوا، سرسری طور سے اس کے بعض مشمولات کا مطالعہ کیا، مضامین بحمد اللہ اچھے ہیں، اللہ تعالیٰ مزید ترقی دے اور عمل میں اخلاص پیدا کرے۔ والسلام۔

محمد یوسف

(امیر جماعت اسلامی ہند)

ترہٹ۔ نوادہ
۲۰؍اگست ۸۹ء

محترم و مکرم انصار احمد صاحب فلاحی

تحیۃ وسلام!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ حیاتِ نو کا تازہ شمارہ نظر سے گذرا، کافی پسند آیا، مولانا سے انٹرویو جو حفیظ الرحمان صاحب نے لیا ہے بہت اچھا ہے، اسی طرح دوسرا مضمون الفرقان کا ایک اور گفتگو جو عبید اللہ صاحب مجتہد کا تحریر کردہ ہے بڑی حد تک پسند آیا۔

حیاتِ نو اللہ کے فضل سے دن بدن نکھرتا چلا جا رہا ہے، آپ لوگوں کی کوششیں قابل مبارکباد ہیں، اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ ترقی دے۔ آمین۔ والسلام علیکم

سید صباح الدین ملک

کرنول۔ آندھرا پردیش ۵۱۸۰۰۱
۲۹؍اگست ۸۹ء

محترمی ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسنِ اتفاق کہ میرے ایک دوست کے ذریعہ آپ کا ماہنامہ "حیاتِ نو" پہنچا، شروع سے لیکر آخر تک اس پرچے کے سارے مضامین دیکھے، ترتیب و معیار پسند آیا، نیز جماعت اسلامی و مودودی پر کئے گئے اعتراضات کا نہایت منھ توڑ اور مدلل جواب تقریباً ہر رسالہ میں دیکھ کر منہ سے دعائیں نکلیں کہ تاریکیوں میں ایک اور چراغ بنام حیاتِ نو روشن ہوا، رب العزت اس چراغ کو ہمیشہ روشن رکھے اور اس کی ضیا پاشیں دور دور تک پھیلائے۔ آمین۔ والسلام

محمد مرتضیٰ عمری

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

برادر عزیز! اسلام مسنون۔

حیاتِ نو برابر مطالعہ میں رہتا ہے، چند مشورے

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

ارکانِ مجلس شوریٰ کے پتے

برادرانِ کرم!

ذیل میں انجمن طلبہ قدیم کی مجلس شوریٰ کے ممبران کے مکمل پتے درج کر رہے ہیں، آپ حضرات ان سے خط و کتابت کرتے رہیں اور باہمی روابط کو برقرار رکھنے بلکہ انہیں مستحکم کرنے کی پوری کوشش کریں۔

(۱) ابو الکلام فلاحی (صدر)
مدرسہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ، لہریا سرائے، دربھنگہ (بہار)

(۲) افضال احمد فلاحی (سکریٹری)
کلا محلہ مرجیٹ، بلریاگنج، اعظم گڈھ، یوپی۔

(۳) محمد عمران فلاحی (خازن)
جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڈھ یوپی ۲۷۶۱۲۱

(۴) نور محمد فلاحی
جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڈھ، یوپی ۲۷۶۱۲۱

(۵) عبد الحلیم فلاحی
جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڈھ، یوپی ۲۷۶۱۲۱

(۶) ڈاکٹر ابرار احمد فلاحی
ذمین رسول پور - اعظم گڈھ - یوپی -

(۷) الیاس احمد فلاحی
معرفت جمیل احمد صاحب جنرل مرچنٹ نجرت گڈھ بستی، یوپی

(۸) شفیق عالم فلاحی
سیٹھیو وایا دھروا، رانچی، بہار

(۹) شفاعت احمد فلاحی
فلاح وسترالیہ، ڈومریاگنج، بستی، یوپی۔

(۱۰) مشرف حسین فلاحی
صدیقی منزل، زینہ عنایت خاں، رام پور، یوپی

(۱۱) حمد اللہ فراہی فلاحی
معرفت اطہر ریحان فلاحی، ۱۸ عبد اللطیف ہاسٹل اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ

(۱۲) اطہر ریحان فلاحی
۱۸ عبد اللطیف ہاسٹل، اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ

نعیم احمد غازی فلاحی، مرکز جماعت اسلامی ہند، بازار مفتی کفایت اللہ، دہلی ۶